فہرست مضامین ایمانِ خالص پہلی قسط (گھر کے چراغ)

مضمون ---------- صفحہ نمبر

ایک خط اور اس کا جواب ---------- 2
مولانا یوسف بنوری صاحب کا ''بینات'' میں مضمون --- 3
حضرت ابراہیم ادہم ---------- 10
حضرت بایزید بُسطامی ---------- 12
حضرت جنید بغدادی اور سری سقطی ---------- 16
اتحادِ ثلاثہ ---------- 20
حُلول ---------- 20
قوم زط، نصیری، اور حسین بن منصور حلاج ---------- 20
وحدت الوجود اور ابن عربی ---------- 23
وحدت الشہود اور شیخ عبدالقادر جیلانی اور مجدد الف ثانی 25
شیخ عبدلقادر جیلانی کا دعویٰ ---------- 26
شیخ عبدلقادر جیلانی اور عبید اللہ بن یونس الوزیر بغداد - 27
علی ہجویری العروف بداتا گنج بخش اور مذہب اتحاد -- 28
اقتدارِ شرکہ ---------- 29
تِلمسانی کا قول کہ قرآن میں توحید کہاں
وہ تو شرک سے پر ہے ---------- 29
ابنِ عربی کا کہنا کہ نبی ولی سے کمتر ہوتا ہے ---------- 30
ختم ولایت کا نظریّہ ---------- 30
امام غزالی کا کہنا کہ لا ھو اِلَّا ھو خواص کا کلمہ ہے 31
مخلوق کی معراج فردانیت ہے ---------- 31
امام غزالی کا معراج کے موقع پر تشریف لانا ---------- 31
کیا ہم سب نبی ﷺ کے بندے ہیں؟ ---------- 32
ایک اتحادی موحّد کا غلاضت کھا کر وحدۃ الوجود کا
نظریہ ثابت کرنا ---------- 32
مجدّد الف ثانی کا نظریّہ اتحاد ---------- 32
مجدّد الف ثانی کا فنا ہو کر انسانیت کی ابتدا
سے انتہا تک باخبر ہونا ---------- 33
مجدّد صاحب کا قرآن کی دو آیتوں کی تصحیح فرما دینا اور وہ
بات بتانا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ کسی سے نہیں کی 33
خاندانِ ولی الٰہی وحدت الوجود کے علمبردار کی حیثیت سے 35
انفاس العارفین اور شاہ ولی اللہ صاحب کے والد
شاہ عبدالرحیم صاحب کے واقعات ہی واقعات -- 35
مولانا ابوالکلام کی غنا کے متعلق رائے اور فقہاء کا تشدّد 38
شاہ عبدالرحیم کے والد صاحب کا شہادت کے بعد
جسدِ عُنصری میں واپس آنا ---------- 39
شہداء اُحد کا شہید ہونے کے بعد واپس نہ آسکنا -- 39
مولانا قاسم نانوتوی کا وفات کے بعد مدرسۂ دیوبند
میں جسد عُنصری میں واپس آنا ---------- 40
فرشتوں کا بار بار بارگاہِ شاہ عبدالرحیم میں حاضر ہونا 40
شاہ عبدالرحیم صاحب کا علم محیط اور فنا کلی کی کیفیت 41
شاہ عبدالرحیم کا نبیؐ کو سجدہ کرنا اور نبیؐ کا اظہارِ تعجب 42
شاہ عبدالرحیم کا نبی ﷺ کو نیاز دینا ---------- 42
شاہ ولی اللہ صاحب کے تایا اور ابولرضا محمد صاحب کی
وسعت علم اور روشن ضمیری کا بیان ---------- 43
شاہ ولی اللہ صاحب کا روح نبیؐ سے احادیث روایت کرنا 43
شاہ ولی اللہ صاحب کو خلعتِ قطبِ ارشاد سے نوازا جانا 44
قطبِ ارشاد کی مرکزی حیثیت ---------- 45

فہرست مضامین ایمانِ خالص پہلی قسط (گھر کے چراغ)

اللہ تعالیٰ کا شاہ ولی اللہ کو دنیا اور آخرت کے مواخزہ سے
بری کر دینا ---------- 46
مسلک اہل حدیث کی نفی، نبیؐ کے حکم کے زریعہ --- 46
نبیؐ کا شاہ ولی اللہ کے مرض ولموت میں آنا اور اردو بولنا 47
کشفِ قبور کا عملی طریقہ، از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 47
اولیاء اللہ کی روحوں کا کاروبارِ دنیا کرنا (حجۃ اللہ البالغہ) 48
اقتدارِ مشترکہ اور ذواتِ مرکبہ کی کارفرمائی ---------- 49
دام ہمرنگ زمین ---------- 49
مساوات آئنسٹین اور مساوات سبائی ---------- 50
علمبردارانِ فلسفۂ اتحاد ایک نظر میں ---------- 50
نظریۂ توحید اور نظریۂ اتحاد کی آویزش کی تاریخ --- 51
امام مسلمؒ اور ابن تیمیہ کی یلغار ---------- 52
تذکرہ خانوادۂ چشت کا ---------- 53
خواجہ عثمان ہارونی کا تصرف ---------- 53
ذکر خواجہ معین الدّین چشتی کا ---------- 55
اصحابِ کہف کے متعلق انکشافات ---------- 57
علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش حضرت محمد علی
کا ذکر فرماتے ہیں ---------- 58
اولیاء اللہ کے ہاتھ میں نظام عالم۔علی ہجویری کا ارشاد 58
علم جغرافیہ کے متعلق عجیب انکشافات ---------- 58
خواجہ معین الدین کا مکّہ میں آنا اور امداد اللہ مہاجر مکّی
کو خوشخبری سنانا ---------- 60
خواجہ معین الدین چشتی کا اپنے مرید کو کلمہ
لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ چِشتِیُ رِسُوُلاللّٰہ پڑھوانا ---- 61
پیر کامل کے طواف کو کعبہ آتا ہے ---------- 62
ذکر خواجہ فرید گنج بخش کا اور عاشورہ کی ماتم داری
کی فضیلت اور تاریخ دانی کا عجوبہ ---------- 63
خِرقہ (گودڑی) کی رسم معراج نبویؐ کے وقت شروع ہوئی 64
خواجہ عثمان ہارونی کا قبر میں پہنچ کر فرشتوں کی مار سے
اپنے مرید کو بچانا ---------- 65
خواجی بختیار کاکی کا مردہ کو زندہ کر دینا اور سلطانِ اولیاء
نظام الدین اولیاء کا تزکرہ ---------- 66
شیخ عبدالقادر جیلانی کا اڑنے والے ابدال کو گرا دینا 66
محبت نام مستی کا ---------- 67
پیر کے سامنے سر جھکا کر سجدہ کرنے سے
درجے بلند ہوتے ہیں ---------- 68
علم قرآن وحدیث اور طریقت میں باپ مارے کا بَیر ہے 69
جو ہونا تھا سو ہو چکا اب کرنا کیا ہے؟ ---------- 70
صحو وسکر کی جہنم زاریاں ---------- 71
علی ہجویری صاحب کا داؤد، اور نبی ﷺ پر لگائے ہوئے
الزامات کو صحیح مان کر سکر وصحو کو ثابت کرنا ---------- 72
سب سے کم عقیدہ گروہ اور اس کا حال ---------- 72
شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اتحادی علمبردار کے روپ میں 73
شیخ عبدالقادر جیلانی کی فنائیت ---------- 74
شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ برحق ہیں ---------- 74
دینی رسالوں کا نظریۂ اتحاد کو پھیلانا ---------- 79
ماہنامہ ''دارلعلوم'' دیوبند ---------- 79
ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی . 81

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمانِ خالِص

پہلی قسط ا

(گھر کے چراغ)

کیپٹن ڈاکٹر مسعود عُثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْ مِنُ بِہٖ وَنَعُوْ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اماّ بعد

گزشتہ اٹھارہ سال سے تمنّا تھی کہ اللہ تعالیٰ وہ دن بھی لے آئے جب دنیاوالوں کے سامنے میں توحیدی اور اِتّحادی دین کا فرق واضح کردوں۔

اُس اکیلے مالک کی صد ہزار مہربانیاں کہ اُس نے اِس کا موقع عنایت فرمایا اب ایسی زبان کہاں سے لاؤں جو شُکر وسپاس کا حق اَدا کردے۔

ایک خط اور اس کا جواب

خط :محترم عالمِ دین ڈاکٹر عثمانیؔ صاحب اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وِبَرَکَا تُہٗ

جنابِ عالی۔ کراچی میں مسلم قوم کی بڑی اکثریت حضرت یوسف بنوری صاحب کو ملک کے بڑے عالموں میں شمار کرتی ہے اور میرے علم کے لحاظ سے وہ آپ کے بھی استاد ہیں۔ اپنے ماہانہ رسالہ ’’ البیّنات ‘‘ ماہ اگست ۱۹۷۵ء کے شمارے میں انہوں نے اپنے والد کی وفات پر ’’ بصائر و عبر ‘‘ کے عنوان کے ماتحت اُن کے کمالات کا تزکرہ کیا ہے۔ یہ کمالات کچھ ایسے عجیب و غریب ہیں کہ میں سخت خلجان میں پڑ گیا ہوں اور حیرت پر حیرت کا عالم طاری ہے۔ آپ کی خدمت میں اُس مضمون کی فوٹو کاپی بھیج رہا اور امیدوار ہوں کہ آپ اس سارے مضمون کے مندرجات کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں گے کہ یہ سب کچھ آخر ہے کیا ؟ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں حق کے علاوہ کچھ اور نہ لکھئے گا اور جواب دیتے وقت یاد رکھئے گا کہ وَا تَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ . والسّلام

جواب مکرمی ومحترمی اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وِبَرَکَا تُہٗ

یاد فرمائی کا شکریہ۔ معزرت خواہ ہوں کہ آپ کے حسبِ ارشاد جلد جواب نہ دے سکا آپ نے جو زمہ داری مجھ پر ڈالی ہے اُس کے بار کو شدّت کے ساتھ محسوس کر رہا ہوں مزید براں آپ نے ازراہِ عنایت مجھے اس بات سے بھی ہوشیار کر دیا ہے کہ کسی قسم کی لچک یا مدا ہنت کا انجام اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا ہوسکتا ہے اس یاد دہانی کا بھی شکریہ۔ پہلے میں اس پورے مضمون کا فوٹو پیش کر رہا ہوں جو آپ نے مجھے بھیجا ہے اس کے بعد اپنی حد تک قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس کا جائزہ لوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بصائر و عبر

آہ میرے والدمحترم ! انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

رفتم وازرفتن من عالم تاریک شد من مگر شمع چورفتم بزم برہم ساختم

۲۴جمادی الاولی ۱۳۹۵ھ ۵ جون ۱۹۷۵ءیوم الخمیس ما ادراک مایوم الخمیس کی تاریخ میری زندگی کا دوسرا بڑا عظیم حادثہ ہے اس ستر سالہ زندگی میں پہلا حادثہ کبریٰ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ ۳ صفر ۱۳۵۲ھ کا سانحہ وفات تھا یہ دوسرا حادثہ کبریٰ میرے والد صاحب مولانا سید محمد زکریا صاحب کا وصال ہے۔ یوں تو زندگی میں بے شمار حوادث اور حوصلہ شکن واقعات صبر آزما سوانح پیش آئے لیکن یہ دو عظیم حادثے بلا شبہ ایسے پیش آئے کہ صبر و شکیبائی جواب دے چکی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پہلا حادثہ اس وقت پیش آیا کہ عالم شباب تھا برداشت کی طاقت تھی لیکن حضرت والد کے وصال کا یہ دردناک سانحہ اس وقت پیش آیا کہ جوانی کی طاقتیں جواب دے چکی ہیں سیدہ فاطمہ مرحومہ کی جدائی کے زخم مندمل نہ ہونے پائے تھے نیز اس دو اڑھائی سال میں یکے بعد دیگرے مخلصین واحباب علماء وفضلاء کی رحلت رفیقۂ حیات کی جدائی غرض مسلسل صدمات نے نڈھال کر دیا تھا، حقائق اور وجدانی کیفیات کے لئے الفاظ وتعبیرات کا دامن بہت تنگ ہوتا ہے۔ حقائق کی تعبیرات سے الفاظ ہمیشہ قاصر رہتے ہیں۔ اور پھر اس مبالغہ آمیز دنیا میں کسی حقیقت کی صحیح ترجمانی کا حق ادا ہونا بے حد مشکل ہے۔

یوم الخمیس ۲۴جمادی الاولی ۱۳۹۵ھ دن کے پونے دس بجے چند روز کی شدید کرب و بے چینی کے بعد میرے والد محترم، میرے آقا میرے آغا جی، میرے مربی، دنیا میں میرے مادی میرے ملجأ دنیائے اسلام کا متاع گرانمایہ جہاں علم و عمل کے جوہر آبدار علم وایمان وعرفان کی عظیم ترین شخصیت اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئی جس کے لئے مہینوں سے بیتاب تھے اور آخر چشم زدن میں عالم غیب کی طرف روح لطیف نے پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

ان کا وجود ہمارے لئے سایہ رحمت الٰہی تھا، وہ حق تعالیٰ کی ایک عظیم ترین نعمت تھی، دعوات نیم شبی اور ما نالہ ہائے بحری کا ایک سرچشمہ تھا جو خشک ہو گیا ہمارے سکون قلب کا زریعہ تھا جس سے ہم محروم ہو گئے۔ والد محترم کی وفات حسرت آیات صرف ایک والد کی مرثیہ خوانی نہیں بلکہ علم وعرفان کا مرثیہ ہے ایک صاحب کرامات وخوارق عارف باللہ کا ماتم ہے، ایک محقق روزگار کا نوحہ ہے ایک فیلسوف عصر کا غم ہے، ایک اولوالعزم وجود کی جدائی پر اظہار حزن ہے مجاہدات و دریافت میں مصروف رہنے والی عظیم شخصیت کا درد والم ہے ایک صاحب کمال معبر کا نوحہ ہے ایک باخدا صاحب مکارم اخلاق جود وسخا ہمت وشجاعت کا نالہ وشیون ہے ایک

گوشہ نشیں صوفی صاحب صدق وصفا کی جدائی وفراق کا دردوغم ہے ایک عاشق رسول کا دردواضطراب ہے اسرار کائنات کے دردئے رازوزاری ہے۔گریہ الوہیت کے اسرار واقف حقائق معارف کے عالم کی مرثیہ خوانی ہے۔شریعت اسلامیہ کے یگانۂ روزگار فاضل کے لئے نالہ وفریاد ہے طریقت وحقیقت کے واقف رموز کا حزن وغم ہے۔

والد صاحب کیا تھے ایک گمنام ہستی جس نے ایک عالم اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا شفیق بلخی ابراہیم ادھم بایزید بسطامی سری سقطی معروف کرخی جنید بغدادی کے احوال ومواجید تو دنیا نے پڑھے ہیں لیکن اس فقیر بے نوا کی شاہانہ پرواز کی کس کو خبر؟ تقلیل کلام تقلیل منام تقلیل اختلاط مع الانام کے واقعات تو آپ سن چکے ہوں گے لیکن اس مجاہد زمانہ کے احوال حیرت افزا کی دنیا کو کیا خبر؟ عنفوان شباب ہی میں تقلیل خوراک کی جب ریاضت شروع کی تو روزانہ صرف ایک مثقال خوراک یعنی ساڑھے تین ماشے غذا پر سالہا سال زندگی بسر کی پندرہ دن میں بڑی بمشکل اجابت کی ضرورت پیش پڑتی تھی رویائے صادقہ ومبشرات کا جب سلسلہ شروع ہوا تو ۱۶ سال کی عمر سے ۲۰ سال تک ۱۰۰ مرتبہ سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی زیارت بابرکت سے شرف یابی ہوئی۔اور ہر دفعہ زیارت مبارکہ میں ارشادات وہدایات تلقین اذکار ونصائح عالیہ سے سرفرازی ہوتی تھی ''اویسی'' نسبت کے وہ کمالات نصیب ہوئے کہ عقل حیران ہے رویائے صادقہ اور مبشرات کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا۔اذکار واشغال ومجاہدات کا اتنا غلبہ ہوا کہ عہد کیا کہ تمام زندگی اپنے پروردگار کی عبادت ومناجات میں گزاروں گا آپ کے والد مرحوم حضرت سید میر مزمل شاہ رحمۃ اللہ کا تو وصال ہوگیا تھا والدہ مکرمہ حیات تھیں جن کا اصرار تھا کہ ازدواجی زندگی اختیار کریں لیکن عزم عبادت واطاعت کے منافی سمجھ کر انکار کرتے رہے یہاں تک کہ ایک خواب میں یہ حقیقت واضح کردی گئی کہ حضرت علی مرتضیٰ عرش پر فلاں بیبی سے فلاں خاندان میں عقد نکاح باندھ رہے ہیں اس رویائے صالحہ کے بعد انکار ختم ہوگیا اور ازدواجی زندگی میں قدم رکھ ہی لیا اور اس رویائے صادقہ کی تعبیر اس طرح صادق آ گئی مرشد کامل کی تلاش وجستجو کے لئے جب استخارہ کیا تو خواب دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں کہ اچھا تم ٹھرو میں حق تعالیٰ شانہٗ سے پوچھ کر آتا ہوں چنانچہ یہ ساری حقیقت کا معائنہ خواب میں ہورہا ہے کہ آنحضرت ﷺ جاتے ہیں اور تشریف لاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فرمارہا ہے کہ جس شخصیت کو تم چاہتے ہو وہ نہیں ملے گی لیکن تمہیں صبر نہیں آئے گا جاؤ تلاش کرو چنانچہ ۱۹۰۶ء کے آخر میں یہ صفر شروع ہوا، بنوروسرہند ہوتے ہوئے دہلی بارگاہ سلطان الاولیاء اور اجمیر خواجہ چستی کی بارگاہ سے گزرتے ہوئے شاہ جیلاں کے دربار بغداد پہنچے اور ہر جگہ ہر مقام پر چلّے اور اعتقاف ومراقبات ومکاشفات کا سللہ جاری رہا مہینوں اسی طرح بادیہ پیائی کے اس درمیان عجیب وغریب واقعات حیرت انگیز مبشرات پیش آتے رہے واپس آکر تمام ہندستان کی بادیہ پیائی کرکے ناسک (صوبہ بمبئی) کے جنگل میں شیروں اور چیتوں کے درمیان تکمیل ریاضات کے لئے ڈیرہ ڈال دیا یا ایک مرتبہ ۸ ماہ اور دوبارہ ۹ ماہ کی گوشہ نشینی اختیار کرکے پھلوں اور پتوں پر گزارہ کیا

لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی کنتُ سمعہ التی یسمع بی و بصرہ الذی یبصربی الخ

کبھی بندہ بارگاہ ربوبیت میں عبادت کرتے کرتے اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کے کان سے سنتا ہے اور اسی کی آنکھ سے دیکھتا

ہے، صحیح بخاری کی یہ حدیث پڑھی ضرور تھی لیکن اپنے زمانہ میں اس کا مصداق اپنے والد کو پایا چنانچہ ان ریاضیات مجاہدات کے زریعہ اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام سے مالا مال فرمایا قلب میں بے پناہ قوت و دیعت کردی گئی شدید بارش کے وقت قلب کی طرف توجہ فرماتے اور بارگاہ ایزی میں دعا کرتے ایسا معلوم ہوتا کہ ایک مربع میل میں موسلا دھار بارش نہیں ہورہی ہے کہ آفتاب کی شعاعوں کی تمازت جب نا قابل برداشت ہوتی قلب کی طرف توجہ فرماتے معلوم ہوتا کہ بادل سایہ فگن ہیں، شیروں اور چیتوں کی آوازوں سے جنگل گونجنے لگتا قلب کی توجہ کانوں کی طرف مبزول ہوجاتی اور ایسا محسوس ہوتا کہ کان کسی آواز کو نہیں سن رہے ہیں ان مجاہدات وریاضات نے دل کی دنیا یکسر بدل کرر کھدی تھی۔علم و آگہی فکروشعور کا ایک بحرِ بیکراں قلب میں موجزن تھا جب کسی مسئلہ پر غور شروع کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ میلوں طویل کاغزات سامنے پھیلے ہوئے ہیں اور ابتداء سے لیکر آخر تک ساری تحقیقات آنکھوں کے سامنے ہے۔فرماتے تھے کہ ان دنوں ایسا محسوس ہوتا کہ رب العزت کا خاص فضل میرے شامل حال ہے جو دعا قلب کی زبان سے نکلتی بارگاہ ایزی سے خلعت قبول لیکر آتی۔مسائل کے سلسلہ میں جو حق ہوتا وہی دل میں راسخ ہوجاتا غرض فطرت کی اس تربیت گاہ میں جو حالات وواردات پیش آئے قلم کو یارائے بیان نہیں۔

جب علم توجہ اور علم استحضار ارواح ''اسپر یچو ئیلزم'' میں قدم رکھا تو روحانی قوت کے وہ کرشمے دیکھے اور عالم ارواح کے وہ عجائبات منکشف ہوئے کی عقل حیرت میں ہے جب سلب امراض کا ارادہ کیا تو اس درجہ کمال حاصل ہوا کہ بجرد ارادہ مریض بالکل تندرست ہوکر بیٹھ جاتا تھا کہ جیسے کوئی مرض ہی نہیں۔جب علم اسرار الحروف وعملیات وتعویزات کی وادی میں قدم رکھا تو اس فن کی ادق کتابیں ''شمس المعارف'' وغیرہ ازبر تھیں طب کی طرف جب توجہ ہوئی تو افغانستان ایسے محیر العقول علاج کئے کی جرمنی فرانس لندن وامریکہ سے مایوس العلاج مریض آتے اور ان کے علاج سے شفایاب ہوتے۔۔۔۔پہنچے ہوئے مریضوں کا علاج کیا اور حیرت انگیز مسیحائی دیکھائی تجارت کا شوق ہوا تو چین سے سرسبز چائے اور جاپان سے میناری گری اور کٹلری کا سامان منگوا کر پشاور شہر بازار گھنٹہ گھر میں ہول سیل کی دکان کرکے تاجروں کو پیچھے دھکیل دیا، ٹھیکیداری کا خیال ہوا تو کابل میں بڑے بڑے ٹھیکے لئے یہاں تک کہ امیر امان اللہ خان والی افغان کے لئے سب سے پہلے جس نے ہوائی جہاز خریدے وہ حضرت والا ہی تھے، جس کا پانچ لاکھ روپیہ آج بھی ہمارا قرض افغان گورنمنٹ کے زمے باقی ہے جو امیر امان اللہ خان تخت سلطنت سے محروم ہونے کے بعد طوائف الملوکی کی نزر ہوگئے یہ واقعہ ۱۳۴۵ھ کا ہے

حیدرآباد دکن اور بھاول پور میں بڑے بڑے ٹھیکے لئے بہاول پور میں آج بھی متعدنہروں کے پل ان کی یادگار ہیں زراعت کا شوق ہوا تو افغانستان کے مشرقی علاقے مقام گجہ خوگیانی ضلع جلال آباد میں جہاں حضرت والد ماجد کی ننہال سرداران محمد زئ آباد تھے زمین خریدی اپنے ہاتھ سے انار بیدانہ کے شاخیں اور پودے لگائے جو بعد میں اس علاقے میں بیدانہ انار کا اعلیٰ ترین باغ شمار کیا گیا لیکن ۶ ماہ کے اندر سب کو ختم کرکے کابل میں اقامت گزیں ہوئے جب کبھی کچھ کمایا اور ہزاروں کمایا گھر آکر بیٹھ گئے دو چار ماہ میں سب دولت ٹھکانے لگا دیا کسی کا مکان بنوا دیا کسی کی شادی کرادی جب سب کچھ خرچ ہوا دوبارہ فکر کرنے لگے الغرض اتنی

انقلاب انگیز اور ہنگامہ خیز زندگی کسی کی نہ دیکھی اور نہ سنی اور کمال یہ ہے کہ ان کمالات میں سے بھی کمال کو نہ پیشہ بنایا اور نہ ذریعہ معاش اور نہ کوئی اہمیت دی سیلاب آیا اور گزر گیا اکثر زندگی فقیرانہ گزاری لیکن مہمانداری اور مہمان نوازی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت تھی جو ورثہ میں ملی تھی ہزاروں لاکھوں کمائے لیکن میرے علم میں نہیں کہ کبھی زکوٰۃ واجب ہونے کا موقعہ آیا ہو۔

قرار در کف آزادگان نگیرد مال   نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

بے شمار مخلوق خدا کے ساتھ احسانات کیے مگر کیا مجال کہ کبھی دل میں اس کا خطرہ بھی گزرا ہو یا زبان پر کبھی ذکر آیا ہو ان سب کمالات وکرامات میں سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ نے اپنی ہستی کو ایسا مٹا کے چھوڑا کسی کو ان باتوں کی ہوا بھی نہ لگنے دی آخری زندگی میں کوئی معاش کا ذریعہ اختیار نہیں کیا سب چیزوں کو بالکلیہ ترک کر دیا اور یاد خدا میں مسلسل تیس برس گزارے اور حق تعالیٰ نے راقم الحروف کو خدمت کی سعادت نصیب فرمائی۔ ذالک من فضل اللہ علینا و علیٰ الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون

اصحاب کمال کے بڑے قدر دان تھے کسی کی بات پسند آجائے اتنی داد دیتے کہ حیرت ہو جاتی تھی باوجودیکہ مزاج جلالی تھا لیکن ہر وقت خوش مزاج خوش طبع نظر آئے تھے جس مجلس میں موجود ہوں سکون و وقار کے ساتھ پوری مجلس کی رونق ان سے ہوتی تھی مزاج آخر تک علمی رہا اور علمی موشگافیوں کی بڑی قدردانی فرماتے تھے ابتدائی عہد تعلیم سے ہی کتابوں پر تعلیقات و حاشیہ نویسی کا شغل رہا میر اایساغوجی جدیدہ اور شرح حاجی گلستان بوستان پر ان کی تعلیقات دیکھ کر تعجب ہوتا ہے خط اتنا پاکیزہ کہ موتی ٹنکے ہوئے معلوم ہوتے تھے خوش نویس ایسے کہ بسا اوقات ان کے خطوط پر خصوصاً ابتدائی دور کے خطوط پر کسی ایرانی خوش نویس کا شبہ ہونے لگتا ہے حساب میں اتنی مہارت کہ حیرت ہوتی تھی حالانکہ تعلیم جدید مڈل سے ذیادہ نہ تھی لیکن مہارت ایسی کہ آج کل کے ایم اے کو نہ ہو علمی مشغلہ عرصہ سے متروک و مہجور تھا لیکن معلومات تازہ ایک دفعہ ۱۳۴۶ھ میں دیوبند حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کی زیارت کی غرض سے تشریف لائے ان دنوں حضرت شیخ مجھے اپنی کتاب ” ضرب الخاتم علی حدوث العالم“ پڑھاتے تھے درس میں بیٹھ گئے اور تقریر سنتے رہے اس وقت اتفاق سے علم کلام کا مسالہ ”خلق افعال عباد“ جو مشکل ترین مسألہ ہے زیر بحث آیا شیخ نے تقریر فرمائی اور مشکلات سلجھاتے رہے درمیان میں حضرت والد صاحب سوالات کرتے رہے حضرت شیخ جوابات دیتے رہے فراغت درس کے بعد حضرت شیخ نے دریافت فرمایا حضرت: علمی مشغلہ کب سے متروک ہے، فرمایا پچیس برس ہوئے حضرت شیخ نے بہت تعجب سے سنا اور پھر مختلف مجالس میں بارہا فرمایا کہ ان کے والد کا علمی مشغلہ ۲۵ سال سے متروک ہے لیکن معلومات عمدہ اور تازہ، امام العصر جیسے علمی سمندر کہ یہ داد کتنی وزنی ہے۔

امام غزالی و امام رازی کے عاشق تھے ابن تیمیہ و ابن قیم کے قدر دان تھے اور ان کی تبحر علمی کی داد دیا کرتے تھے شیخ ابن عربی شیخ اکبر کے انتہائی مدح سرا تھے مولانا روم کے مثنوی کی علمی مشکلات کی تمثیلات کے بے حد قدر دان تھے اور کشف حقائق میں ان کو بے نظیر سمجھتے تھے۔

عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں عمدہ مصنف تھے ”مطائع الانوار فی فضائل اہل بیت النبی المختار عربی میں اور ایضاح المشکلات

اردو میں جس میں وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ مشکلات تصوف اور مشکلات کلام پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں دو ضخیم جلدوں میں تحریر فرمائی اپنے خوابوں کو جمع کیا ہے ''المبشر ات'' نام رکھا اور تعلیقات میں ان کی تعبیرات ''عبیر المسر ات'' کے نام سے لکھی ہیں روح و نفس کا مقالہ مجلس علمی نے طبع کرا دیا ہے فرماتے تھے کہ مجھے صرف تین چیزوں سے محبت ہے (۱) اللہ تعالیٰ سے (۲) حضرت رسول اللہ ﷺ سے (۳) اپنی خوابوں سے یہ فرماتے تھے کہ خوابوں سے اس لئے ہے کہ ان میں حق تعالیٰ کا دیدار یا ان کا کلام ہے اور یا حضرت رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہے، فرماتے تھے اگر شرعاً جائز ہوتا تو میں اپنے ان خوابوں کو اپنے ساتھ قبر میں دفن کرنے کا حکم دیتا پھر مجھے ان کی حفاظت کی انتہائی وصیت فرمائی الغرض دنیا میں نہ کسی کمال کو چھوڑا نہ کسی پیشے کو چھوڑا اور سب سے بڑا کمال یہ کہ کسی کمال کو کمال نہ سمجھا نہ دل اس میں لگایا البتہ فرماتے تھے کہ جو احسانات حق تعالیٰ نے مجھ پر کئے وہ اس دور میں کس پر کئے ہیں وہ بہت سے ادوار ہیں سچ عربی شاعر نے کہا ہے:

أتزعم انک جرم صغیر وفیک الطوی العالم الاکبر

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹے سے جسم ہو حالانکہ تم میں تمام عالم اکبر سمیٹ گیا ہے

کوئی اور عربی شاعر یوں گویا ہوا: لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

حق تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ تمام عالم کو کسی ایک فرد واحد میں جمع کرلے

امام بخاری سے خواب میں پوری صحیح بخاری پڑھ کر اجازت لی اور حافظ بدرالدین عینی سے عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر عسقلانی سے فتح الباری پڑھ کر اجازت لی ہے ایک دفعہ افغانستان میں امیر نصر اللہ خان نائب السلطنہ کابل کا ترکہ فروخت ہو رہا تھا اس میں حضرت والد نے ایک ''سمور'' کے پوستین کو چودہ ہزار افغانی روپیہ سے خریدا مساوی ۱۰ ہزار روپیہ ضرب برطانوی) رات کو حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، محبت آمیز لہجہ میں عتاب فرمایا کہ جب تمہارے پاس دولت ہوتی ہے تو ایسا اسراف کرتے ہو کہ ہزاروں کا پوستین خریدتے ہو ایک شخص آئے گا تمہارے پیٹ میں چاقو مار کر تمہاری آنتیں نکالے گا اور صاف دھو کر پھر رکھ دے گا اور سینہ سیدیگا یہ شخص نورانی ہوگا اور اس کا چاقو بھی نورانی ہوگا ایک دفعہ ایک بلی پال رکھی تھی اس نے جگہ ناپاک کر دی اس کو مارا گھر سے نکال دیا رات کو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی عتاب فرمایا کہ تم نے کیوں بلی کو مارا کیا وہ عقل و شعور رکھتی ہے خبردار دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ صبح جا کر بلی کو تلاش کیا اور گھر لائے پڑوس میں ایک نادار نے پانچ روپیہ قرض مانگا اتفاق سے قرض دینے سے انکار کر دیا شب کو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی عتاب فرمایا کہ تم نے سائل کو کیوں روپے نہیں دئے جا کر اس کے گھر پہنچا دو غرض اس طرح عجیب روحانی ترتیب و عظیم ترین تعلق کا سلسلہ قائم تھا کتنے مبشرات ایسے ہیں جن سے آنحضرت ﷺ ان سے انتہائی محبت اور روہ تعلق تھا جس کی نظیر عالم میں کم ملے گی خواب دیکھا بیمار ہو گئے تھے نبی ﷺ نے فرمایا کی زکریا: جاؤ تم بیمار ہوتے ہو تو میں بھی بیمار ہو جاتا ہوں جب تمہارے سر میں درد ہو تو میرے سر میں بھی درد ہوتا ہے اس قسم کے حیرت انگیز مناجات اور مبشرات کتنے ہیں وسوسہ دل میں آیا کہ سکرات موت میں کیا حالت ہوگی شیطان بہت پریشان کر دے گا (فرمایا جہاں میں ہوں شیطان کا کیا کام! آخر چند دن

حیات کے باقی تھے میں حسب معمول ازان فجر سے کچھ قبل یا بوقت ازان رات کی حالت معلوم کرنے پہنچا تھا فرمایا آ گئے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا آج حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی پادشاہ خان (خادم خصوصی جو آخری وقت شب و روز خدمت کرتا تھا اور بے انتہا راحت پہنچاتا تھا) کو فرمایا اے پادشاہ خان جو خدمت تم کر رہے ہو میں بھی کرتا ہوں سبحان اللہ کیا مقام تھا! حق تعالیٰ کی زیارت کا شرف تو بے شمار مرتبہ حاصل ہوا ایک دفعہ جب دیدار پر انوار کی سعادت نصیب ہوئی حق جل ذکرہ نے فرمایا : زکریا: تمہاری مثال میرے سامنے ایسی ہے جیسے ایک ماں کے گود میں دو تین دن کا بچہ ہو بچہ نہیں جانتا کہ ماں اس کے ساتھ کیا کیا کر رہی ہے ان ہی ایام میں خواب دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ فداہ امی و ابی سے کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب دیکھا کہ حق تعالیٰ کرسی پر جلوہ گر ہیں اور میں ان کا طواف کر رہا ہوں جب یہ بیان شروع کیا وہی صورت و حالت سامنے ہے اور آنحضرت ﷺ خواب کی تعبیر دے رہے ہیں مجھے تو معلوم نہیں کہ آج تک کبھی کسی نے اس انداز کے مبشرات کی سعادت عظمیٰ حاصل کی ہو۔

بچپن سے دادی اور پھوپھی سے سنا کرتا تھا کہ تمہارے والد کی عمر سو سال ہو گی جبکہ راقم الحروف کی عمر پانچ برس کی تھی یعنی اب سے ٹھیک ۶۵ برس قبل گھر میں سنا اور ایک دفعہ خود بھی فرمایا کہ میری چھوٹی ہمشیرہ ''مریم'' نے ایک دفعہ جب اس پر حالت طاری ہوئی میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ زکریا تمہاری عمر سو سال ہے۔ وہ صاحب خوارق و کرامات تھی واردات و احوال غریبہ طاری ہوتے تھے اس حالت میں جو بات کہتی تھی یقینی ہوتی تھی بچپن سے دونوں بھائی بہن کا آپس میں خونی رابطہ سے زیادہ روحانی رابطہ تھا مکاشفات، واردات میں جب حضرت رسالت پناہ ﷺ کی زیارت ہوتی تھی ایک دوسرے کے لئے سفارش کرتے تھے ان کا معاملہ فطری تھا بغیر سابقہ ریاضات کے حالات طاری ہوتے تھے والد صاحب کا معاملہ ریاضات کے بعد شروع ہوا دوسری بڑی ہمشیرہ یعنی میری عمہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک دفعہ شب قدر نصیب ہوئی اور اس کا علم بھی ہوا کہ شب قدر ہے اٹھیں وضو کیا نماز پڑھی سب سے پہلے دعا اپنے بھائی کے لئے کی کہ ان کی عمر سو سال ہو یہ تین باتیں میں سن چکا تھا بہر حال اس انقلاب آفرین زندگی کے تمام نشیب و فراز دیکھ کر آخری حیاتِ طیبہ یادِ خدا میں بسر کی اور ٹھیک سو ۱۰۰ سال اپنی حیرت انگیز زندگی کے پورے کر کے اپنی جان کو جان آفرین کے سپرد کر گئے مسکراتے ہوئے نور کے شعلوں میں واصل بحق ہوئے بلاشبہ یہ صدمہ میری زندگی میں عظیم ترین صدمہ ہے جب سید البشر خاتم الانبیا ﷺ جن سے بڑھ کر استقامت و صبر کا پہاڑ مادرِ گیتی نے نہیں دیکھا نہ کبھی دیکھے گا سیدنا ابراہیم اپنے جگر گوشے کی وفات پر یوں نغمہ سرا ہیں:

العین تدمع والقلب یحزن وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون

حضرات صحابہ کی حالت جو صبر و استقامت کے پہاڑ تھے حبیب رب العالمین ﷺ کی وفات کے وقت کیا کیا کیفیتیں طاری ہوئی تھیں۔ اے اللہ ہم تو ضعیف و ناتواں ہیں ہمیں صبر عطا فرما اور اے اللہ اس حادثہ جانکاہ اور روح فرسا میں ہماری اعانت فرما کر احسان فرما۔

اور اے اللہ میرے والد محترم کے مرقد مبارک کو روضہ من ریاض الجنۃ بنا اور ان کی روح پاک کو اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اکرام و اعزاز فرما اور اے اللہ ان کا مسکن و ماوی جنت الفردوس کو بنا اور اے اللہ ان سے وہ معاملہ فرما جو تیری شان ارحم الراحمین کے شایان شان ہو اور اے اللہ آپ کا معاملہ جو محبوبان بارگاہ رحمت سے ہے اور جو مقربین بارگاہ قدس سے ہے وہ معاملہ فرما۔ اے اللہ جس طرح آپ نے اپنی ذات اور اپنے حبیب پاک سے دنیا میں جو نسبت اُن کو عطا فرمائی تھی آخرت میں اسی کے شایان شان رفع درجات و علو مقامات نصیب فرما جن کے بارے میں یہی کہا جائے "مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر"

اور اے اللہ جس طرح ان کا آپ پر حسن ظن تھا اس کے مطابق معاملہ فرما۔ اور اے اللہ جس چیز کو ہم نہ جانتے ہیں اور نہ اسے اپنی جہل سے مانگ سکتے ہیں اور ان کو وہ نعمتیں نصیب فرما کر سرفراز فرما۔

اور اے اللہ جس طرح آپ نے ہمیں ان کی حیات طیبہ میں دعوات سحری اور مارہائے نیم شبی کے برکات سے سرفراز فرمایا تھا مفارقت کے بعد ان کی روح پر فتوح کی برکات سے مالامال فرما کر سرفراز فرما تیری رحمت بہت وسیع ہے اور تیری قدرت بہت محیط ہے اور اے اللہ پشاور سے لے کر کراچی تک اور کراچی سے لے کر افریقہ تک اور افریقہ سے لندن یورپ تک جن مخلصین و محسنین نے ایصال ثواب کر کے احسان فرمایا ہے اور جو محسنین ایصال ثواب فرما رہے ہیں ان سب کو اجر عظیم عطا فرما کر احسان فرما اور جس کے بیشمار تعزیت کے ٹیلگرام اور بے شمار خطوط تعزیت آئے ہیں ان سب حضرات کو رفع درجات فرما۔ اور اے اللہ ہمارے قلب حزیں اور پسماندہ کے قلوب محزونہ کو صبر و سکون عطا فرما کر احسان عظیم فرما

فما لعیون دا معةاللقلوب فاجمعة و نحن بفراقه لمحز دنوت والا نقول الا مایر ضی به ربنا تباتک و تعالی هذا واصلی اللّٰه علی خیر البشراً صبر من جاء ومن غیر حب القبر الاطهر ا الانور ومن تسکن قلوب المجهین بحیه و یز کره وبفکره کلما ذُکروخطر

نامناسب نہ ہوگا کہ اگر ان خطوط تعزیت میں سے دو تعزیت نامے شائع کروں ایک تعزیت نامہ برادرم محترم مولانا محمد اشرف صاحب صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج کا ہے۔ دوسرا تعزیت نامہ برادرم محترم مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی کا جو شعبہ اسلامیات کے صابق صدر پشاور یونیورسٹی کے ہیں وجا هما الله خیراً بحسن عذائها

یہ ہے وہ پورا مضمون جو مولانا بنوری صاحب نے اپنے والدِ محترم کی وفات پر لکھا تھا۔ اس مضمون کی پہلی بات جس کی وضاحت ہونی چاہیے یہ عبارت ہے کی:

والد ماجد کیا تھے ایک گمنام ہستی جس نے ایک عالم اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا، شفیق بلخی۔ ابراہیم ادھم، بایزید بُسطامی، سری سقطی معروف کرخی، جُنید بغدادی کے احوال اور مواجید تو دُنیا نے پڑھے ہیں لیکن اس فقیر بے نوا کی کس کو خبر؟

میرا خیال ہے کہ آپ ان بزرگوں کے متعلق جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے ضرور معلوم کرنا چاہیں گے کہ یہ حضرات کون اور کیا تھے، کوشش کروں گا کہ مشہور حضرات کی کتابوں کے حوالوں سے اُن کی شخصیات پر روشنی ڈالوں۔

حضرت ابراہیم ادہم

آپ کا پورا نام ابواسحٰق ابراہیم بن ادھم بن منصور تھا حضرت علی ہجویری صاحب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ آپ خضر علیہ السلام سے بیعت تھے اور شروع میں بلخ کے امیر تھے ایک دن شکار کو گئے اور ایک ہرن کے پیچھے لگ کر لشکر سے بچھڑ گئے، اللہ تعالیٰ نے ہرن کو قوت گویائی عطا فرمائی اس نے بزبان فصیح آپ کو مخاطب کیا اور کہا۔ اَلِهٰذا خُلِقْتَ او بِهٰذا اُمِرْتَ یعنی کیا تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو، یا کیا اس کام کا تمہیں حکم دیا گیا ہے، یہ سنتے ہی دل میں خیال آیا اور توبہ فرما کر سب سے ہاتھ اٹھا لیا اور زہد و ورع کے پابند ہو گئے آپ ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جب میں جنگل میں گیا تو ایک ضعیف العمر بزرگ صورت ملا وہ مجھ سے کہنے لگا اے ابراہیم تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے تم بغیر زاد و راحلہ کے جا رہے ہو، میں سمجھ گیا کہ یہ ضعیف العمر بزرگ نہیں بلکہ یہ شیطان ہے میری جیب میں چار درم نقرئی پڑے ہوئے تھے جو میں نے کوفہ میں زنبیل بیچ کر جیب میں ڈال لئے تھے۔۔۔۔۔۔

میں نے انہیں نکال کر پھینک دیا اور عہد کیا کہ ہر میل پر چار سو (۴۰۰) رکعت نفل پڑھوں گا چار سال متواتر صحرانوردی میں رہا۔ میرا رازق مطلق بلا کسی تکلیف کے مجھے روزی پہنچاتا رہا۔ اسی اثنا میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ اُن کے فیض صحبت میں مَیں نے اُن سے اللہ کا نام سیکھا۔ بس اس کے بعد میرا دل ماسواء اللہ سے قطعاً فارغ ہو گیا۔

(کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۲۲۹، ۲۳۱ مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش)

یہ تو صاحب کشف المحجوب کا بیان ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری صاحب نے اپنے پیر خواجہ عثمان ہارونی صاحب کے ملفوظات پر مشتمل جو کتاب ''انیس الارواح'' مرتب فرمائی ہے اور اس میں ابراہیم ادھم صاحب کے زہد و ورع کا وہ حال لکھا ہے کہ عقل حیران و ششدر ہے۔

فرمایا ایک وقت حضرت خواجہ ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ راستے میں چلے جاتے تھے کہ آواز نوحہ کی ایک طرف سے آئی فوراً رانگ گرم کر کے اپنے کانوں میں ڈال لیا اور بہرے ہو گئے

(فوٹو انیس الارواح صفحہ ۳۱ ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

یہ واقعات لکھے ہوئے موجود ہیں اب اگر کسی کو یہ وسوسہ ستائے کہ ہرن فصیح عربی کیسے بولنے لگا۔ اور جنگل میں ہر میل طے کرنے پر چار سو (۴۰۰) رکعات نماز کیوں؟ یا یہ مسلسل صحرانوردی کیسی؟ نبی ﷺ نے تو اس کی تعلیم نہیں دی۔ اور اس ساری مدت میں بغیر کسی سبب کے رزق کا مہیا ہو جانا عجیب بات ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات اور بیعت کیسی اور وہ کون سا اللہ تعالیٰ کا نام ہے جس کے لئے سیکھ لینے کے بعد ماسواء اللہ سے دل فارغ ہو جاتا ہے یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابی عبداللہ

بن عمرؓ نے تو گانے بجانے کے موقعوں پر کانوں میں انگلیاں دے لینے پر ہی اکتفا کی تھی یہ گرم راننگ ڈال کر بہرا ہو جانا کیا معنی؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسے ظلم سے منع نہیں کیا ہے؟ تو بھائی میں اس کا کیا جواب دوں اور اگر کچھ جواب دینے کی کوشش بھی کروں تو اس کے بعد جو اس سے بھی زیادہ عجیب بات آ رہی ہے اس کو کیا کروں گا۔ بہر حال ایسی بزرگی کے حاملین کو اولیاء اللہ کی صف میں کھڑا کرنا سخت مشکل نظر آتا ہے ان کے لئے تو کوئی اور ہی مقام ہونا چاہیئے جو خدائی کے مقام کے ہم پلہ ہو اس کتاب میں خواجہ معین الدین چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ خواجہ عثمان ہارونی نے

فرمایا کہ جس روز حضرت خواجہ ابراہیم ابن ادھم بلخی رحمۃ اللہ حکومت اور سلطنت سے تائب ہوئے تو جس قدر غلام تھے سب کو اپنے روبرو آزاد کیا اور بارادۂ حج خانہ کعبہ کی راہ لی اور فرمایا کہ حج کو ہر شخص پیروں کے بل جاتا ہے مجھ کو چاہیے کہ سر کے بل اس راہ کو طے کروں چنانچہ وقت سفر حج جو قدم کہ رکھتے ایک دوگانہ نفل شکرانہ ادا فرماتے تھے حتیٰ کہ چودہ برس کی مدت میں بلخ سے خانہ کعبہ تک پہنچے تو اس مقام پر خانہ کعبہ کو نہ پایا نہایت متحیر ہوئے اسی حال میں ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے ابراہیم ٹھیرو اور صبر کرو کہ خانہ کعبہ ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آیا جاتا ہے خواجہ یہ آواز سن کر متحیر ہوئے اور عرض کیا کہ الٰہی وہ ضعیفہ کون ہیں حکم ہوا کہ جنگل میں ایک ضعیفہ ہے خواجہ علیہ الرحمۃ روانہ ہوئے تا کہ اُن ضعیفہ کی زیارت سے مشرف ہوں جب جنگل میں پہنچے تو حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کو دیکھا اور دیکھا کہ خانہ کعبہ ان کے گرد طواف کر رہا ہے حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ کو غیرت معلوم ہوئی اور حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کو پکارا اور کہا کہ یہ کیا شور تم نے ڈالا ہے رابعہ بصری علیہا الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ شور میں نے نہیں اُٹھایا ہے یہ شور تم نے جہاں میں برپا کیا ہے کہ چلتے چلتے چودہ برس میں خانہ کعبہ تک پہنچے اور پھر بھی اُس کو آرزو کے ساتھ نہ پایا جب حضرت ابراہیم ادھم نے یہ سنا فرمایا کہ اے رابعہؒ تم کو آرزو خانۂ کعبہ کی تھی سو تمہارے پاس موجود ہو گیا اور ہم کو آرزوئے ملاقات صاحب خانہ کی ہے لہذا وہ ہم سے محجوب کیا گیا

(فوٹو انیس الارواح صفحہ ۱۸،۱۷ ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

اس عظیم الشان واقعہ سے جہاں پتہ چلتا ہے ابراہیم ادھم صاحب اور رابعہ بصری صاحبہ جیسے بزرگ کس عظیم الشان بڑائی کے مالک تھے وہاں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ خواجہ ابراہیم ادھم کو بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح ندائے غیب سے نوازا گیا اور کیوں نہ ایسا کیا جاتا جبکہ وہ ۱۴ سال میں ہر ہر قدم پر دو رکعت نفل شکرانہ پڑھتے ہوئے خانۂ کعبہ تک پہنچے تھے۔ پھر خانہ کعبہ کا وہاں موجود نہ ہونا اور آواز کا آنا کہ کعبہ جنگل میں ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آیا چاہتا ہے صبر کرو، پھر آپ کا کعبہ کی تلاش میں جنگل میں جا کر دیکھنا کہ خانۂ کعبہ رابعہ بصری کے گرد طواف کر رہا ہے، غیرت کا آنا اور رابعہ بصری کو پکار کر کہنا کہ یہ کیا شور تم نے ڈال رکھا ہے، اس کے جواب میں رابعہ بصری کی ان پر فضیلت اور غیب دانی کہ ابراہیم ادھم کی ۱۴ سال کی ریاضت اور انجام کار ان کی ناکامی کا راز اسی وقت فاش فرما دیا۔ ہاں۔ یہ بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ خواتین کا اکیلے جنگل میں کیا کام؟ اور یہ کہ کیا یہ ولیہ پردہ نہیں کرتی تھی؟

چاہے اس کا جواب میرے پاس ہو مگر اس واقعہ سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ خانۂ کعبہ ایک جامد چیز نہیں ہے۔ یہ اور بات کہ کسی اپنی مصلحت کی بنا پر وہ صلح حدیبیہ کے موقع پر چند میل آگے بڑھ کر ''حدیبیہ'' تک نہ آیا اور نہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عمرہ سے محروم واپس مدینہ لوٹنا نہ پڑتا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء صاحب کے ملفوظات المسمّٰی ''بفوائد الفواد'' میں بھی حضرت ابراہیم ادھم کی ایک بہت بڑی بزرگی کا ذکر ہے۔

دوشنبہ ۲۹۔ ماہ ذی الحجہ ۷۰۸ھ دولت پابوسی حاصل ہوئی مناقب و مراتب ابراہیم ادھمؒ کا ذکر فرما رہے تھے کہ وہ نو برس تک غار میں رہے اور اس غار میں ایک چشمہ بھی جاری تھا آپ اُس چشمہ پر مقیم تھے اور خدا کی بندگی کیا کرتے تھے ایک رات ایسی سردی پائی کی ہلاک ہونے کا خوف ہو گیا کہ ناگاہ اس تاریکی میں ایک پوستین پر ہاتھ جا پڑا آپ نے اسے اوپر ڈال لیا زرا گرما گئے جب دن ہوا تو وہ پوستین آپ نے اتار دیا جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اژدھا تھا آنکھیں کھولے ہوئے سر ہلا رہا تھا آپ بہت متحیر ہوئے کہ اتنے میں ایک آواز سنی نجیناك من التلف با لتلف یعنی ہم نے تجھے تلف کرنے والی شے یعنی (سرما) سے اس تلف کرنے والی شے یعنی (اژدھے) کے ساتھ نجات دے دی

(فوٹو: صفحہ ۱۵۴ فوائد الفواد ملفوظات نظام الدین اولیاء صاحب مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ بریاں اور صفحہ ۱۰۹۔ ۱۱۰ ترجمہ پروفیسر محمد سرور)

حضرت با یزید بُسطامی

آپ کا پورا نام ابویزید طیفور بن عیسیٰ بُسطامی تھا۔ آپ نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی، خواجہ جنید بغدادی ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ ''ابو یزید مِنّا بمنزلة جبرئیل فی الملائکة'' یعنی بایزید بسطامی ہم میں ایسے معظم ہیں جیسے جبرئیل امین ملائکہ میں۔ یہی وہ حضرت ہیں جو اس قدر بزرگ ہو گئے تھے کہ فرماتے تھے سُبحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِی میں پاک ذات ہوں میری بلندی شان کا کیا پوچھنا۔ علی ہجویری صاحب یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ کہنا ان کی گفتار کا نشانہ ہے اور در حقیقت یہ کہنے والا حق تعالیٰ ہی پردہ عبد میں ہے

(صفحہ ۳۴۴ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب)

اللہ اللہ فنافی اللہ کی کیا انتہا ہے۔ آپ کا یہ قول بھی ہے کہ خُضْتُ بحراً و وقف الانبیاء بساحِلِه یعنی میں نے تو بحر (معرفت) میں غوطہ لگا لیا اور انبیاء اس کے ساحل پر کھڑے رہے۔ اور مُلکی اعظمُ من ملک اللّٰه۔ میری بادشاہی خدا کی بادشاہی سے عظیم ہے۔ یہ بھی کہ مافی جُبّتِي اِلّا اللّٰه میرے جبہ میں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں اور لوائی ا رفعُ من لواءِ محمّد

(میرا جھنڈا محمدؐ کے جھنڈے سے بلند ہے) اسی بزرگی کی وجہ سے امیر بلخ کی بیٹی اور حضرت احمد بن خضرویہ کی بیوی جو بہت بڑی ولیہ تھیں. جب بایزید بُسطامی کی زیارت کو آئیں تو انہوں نے اپنا نقاب ہٹا دیا اور حضرت کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو شروع کر دی۔

حتیٰ کہ ایک بار حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ کو حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق ہوا حضرت فاطمہ بھی حضرت بایزید کے دربار میں ہمراہ حاضر آئیں. جب حضرت بایزید کے سامنے دونوں آ گئے حضرت باطمہ نے نقاب ہٹا دیا اور حضرت بایزید کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو شروع کر دی حضرت احمد خضرویہ کو ان کی یہ حرکت پر تعجب ہوا اور غیرت زوجیت آپ پر مستولی ہوئی۔ فرمانے لگے فاطمہ جس بے حجابی سے تم بایزید کے سامنے باتیں کر رہی ہو اس کی وجہ مجھے بھی معلوم ہونی چاہیئے حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ احمد تم محرم طبیعت ہو۔ اور بایزید محرم طریقت۔ تمہارے زریعہ میری آتش حرص و ہوا کا علاج ہوتا ہے اور ان کے زریعہ خدا رسی ہوتی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بایزید مجھ سے بے نیاز ہے اور تم میرے محتاج ہو۔

غرض کہ حضرت فاطمہ ہمیشہ حضرت بایزید کے سامنے بے حجاب رہتیں اور نہایت بے تکلفی سے کلام فرماتی۔

ایک روز حضرت بایزید کی نظر حضرت فاطمہ کے ہاتھ پر پڑی. دیکھا مہندی لگی ہوئی ہے فرمایا فاطمہ! ہاتھوں میں مہندی لگا رکھی ہے .آپ نے فرمایا بایزید اب تک کہ تمہاری نظر میرے ہاتھ پر نہ پڑی تھی میرا آپ کے ساتھ رابطہ بے حجاب تھا اب جبکہ تمہاری نظر مجھ پر پڑنے لگی اب آپ سے بے حجابی حرام ہے بس اسی روز واپس ہو گئیں اور نیشاپور تشریف لا کر قیام فرمایا

(فوٹو کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶ مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش)

یہ واقعہ صاف بتا رہا ہے کہ آپ پر ایسے اوقات بھی آتے تھے جب آپ کے اوپر سے اور آپ کے وابستگان کے اوپر سے پردے کے شرعی احکام اٹھ جایا کرتے تھے اور جب آپ احاطۂ بشریت میں واپس آ جاتے تھے تو وہ احکام بھی واپس آ جاتے تھے یہی وہ بزرگی ہے جس کی وجہ سے علی جویری صاحب لکھتے ہیں:

اور مجھے بھی (یعنی حضرت علی بن عثمان جلابی رحمۃ اللہ علیہ کو) ایک دفعہ ایسا واقعہ گزرا میں نے اس امید پر بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ واقعہ حل ہو مگر حل نہ ہوا، اور ایک دفعہ اس سے بھی قبل ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو میں مزار حضرت شیخ بایزید رحمۃ اللہ کا اس وقت تک مجاور بنا رہا جبتک وہ حل نہ ہوا۔ آخر حل ہو گیا۔ اس دفعہ بھی وہاں کا قصد کیا اور تین بار مزار پاک کی مجاورت کی تا کہ حل ہو مگر نہ ہوا ہر روز تین بار غسل کیئے تیس بار وضو کیئے اور امید کشف میں رہا مگر بالکل انکشاف نہ ہوا۔ آخر اٹھا اور خراساں کا سفر اختیار کیا۔

(فوٹو کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۱۷۱ مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش)

یہ واقعہ آپ کی ذات ہی کی نہیں بلکہ آپ کے مزار کی بزرگی کی بھی روشن دلیل ہے کیونکہ علی جویری صاحب کو 'حلِ مشکل' کے لئے نبی ﷺ کی نہی کے علی الرغم ان کے مزار کی مجاورت کرنا پڑی اور پہلی مرتبہ ان کو کامیابی بھی حاصل ہوئی اور عقدہ حل ہو گیا۔ اس واقعہ میں قبر پرستی کی بیماری کی نشان دہی کرنے کی کوشش مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ عوام کا معاملہ نہیں ہے

حضرت بایزید بسطامی کے عشق و محبت الٰہی کے غلبہ کا یہ واقعہ سننے کے لائق ہے اس واقعہ کو خود خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

صاحب کی زبان سے سنیئے:

اس کے بعد عشق میں گفتگو ہونے لگی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہے پس جو کچھ اُس آتشکدہ (بھٹی) میں پڑتا ہے جل کر خاک اور نابود ہو جاتا ہے کسواسطے کہ کوئی آگ عشق و محبت کی آگ سے بڑھ کر نہیں ہے اس کے بعد فرمایا کہ ایک وقت خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ مقام قرب میں تشریف لے گئے ہاتف نے آواز دی کہ اے بایزید آج تمہاری خواستگاری اور ہماری بخشش وعطا کا وقت ہے مانگو کیا مانگتے ہو میں تم کو دوں گا خواجہ نے فوراً سجدہ میں سر جھکایا اور کہا کہ بندہ کو خواستگاری سے کیا کام۔ بادشاہ کی بخشش وانعام واکرام جسقدر ہو بندہ اس میں راضی ہے پھر آواز آئی کہ اے بایزید ہم نے تجھ کو آخرت کی خوبی اور رستگاری عطا کی۔ بایزید نے عرض کیا کہ الٰہی آخرت تو دوستون کا بندی خانہ ہے پھر آواز آئی کہ اے بایزید اچھا ہم نے بہشت اور دوزخ اور عرش اور کرسی جو کچھ ہماری مملکت ہے تجھ کو دی۔ عرض کیا خیر پھر ندا آئی کہ اچھا تمہارا کیا مطلب ہے کچھ مانگو تو ہم دیں عرض کیا کہ الٰہی جو میرا مطلب ہے وہ تو خود جانتا ہے آواز آئی کہ اے بایزید تو ہم کو ہم سے مانگتا ہے اگر ہم تجھکو تجھ سے مانگیں تو تو ں کیا کرے گا۔ جیسے ہی یہ آواز آئی خواجہ نے قسم کھا کر عرض کی کہ قسم ہے تیرے عزت اور جلال کی اگر تو مجھ کو کل قیامت میں طلب کریگا اور آتش دوزخ کے سامنے کھڑا کریگا تو حاضر ہوں گا اور کھڑا ہو کر ایسی آہ سرد کھینچوں گا کہ دوزخ کی حرارت زائل ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ کچھ نہ رہے گی کیونکہ آتش محبت کے سامنے اس کی کیا اصل ہے جب بایزید نے یہ فرمایا ندا آئی کہ اے بایزید

ہر چہ حبتی یافتی (یعنی جس چیز کی تجھ کو تلاش تھی تو نے پالی)

(فوٹو صفحہ ۹۷ ترجمہ دلیل العارفین، ملفوظات خواجہ معین چشتی مرتبہ خواجہ بختیار کاکی)

ہوسکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ عرش و کرسی کا دیا جانا کوئی شاعرانہ قسم کی بات ہے جیسے ۔ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں ۔تو ایسے خیالات کو دل سے نکال دیجئے کیونکہ یہ ان مقاماتِ قرب و محبت کا معاملہ ہے جہاں خالق ومخلوق کے درمیان فرق باقی نہیں رہتا اور ایک ذاتِ مرکب وجود میں آتی ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ بندہ جو چاہے سو کر سکتا ہے ایک آہِ سرد سے آتشِ دوزخ کو ٹھنڈا کر دینا کیا بڑی بات ہے یہ فنا فی اللہ کا وہ مقام ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا کہ عارفوں کے لئے ایک مرتبہ ہے کہ جب عارف اس مرتبہ پر پہنچتا ہے تو تمام جہان کو اور جو کچھ کہ تمام جہان میں ہے سب کو درمیان شگاف دو انگلیوں کے دیکھتا ہے

حضرت بایزید بسطامی کے متعلق حکایت بیان کرتے ہوئے حضرت معین الدین چشتی نے فرمایا!

پھر خواجہ بایزید رحمہ اللہ نے اسی مقام پر فرمایا کہ میں مدتوں خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہا جب مجھ کو قرب وحضوری عطا کی گئی اُس وقت خود خانہ کعبہ نے میرے گرد طواف کیا پھر یہ فرمایا کہ حالت عاشقی میں ایک رات میں شدت اضطراب وقلق کے سبب اپنے دل کا اطمینان چاہتا تھا اور اس کے لئے دعا کرتا تھا صبح کے وقت ندا آئی کہ اے بایزید ہمارے سوا اور چیز کی خواہش کرتا ہے۔اور دل مانگتا ہے دل سے تجھ کو کیا کام۔اس کے بعد اسی محل میں فرمایا کہ عارف وہ شخص ہے کہ جہاں کہیں رہے جو چیز چاہے وہ اس کے آگے

حاضر ہو اور جس سے کچھ کلام کرے وہ اس کو جواب دے۔ لیکن ان عارفوں کے مسلک میں وہ شخص عارف نہیں ہے کہ کسی چیز کے درپے اور طالب ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ عارفوں کے لئے ایک مرتبہ ہے کہ جب عارف اس مرتبہ میں پہنچتا ہے تو تمام جہان کو اور کچھ کہ تمام جہان میں ہے سب کو درمیان شگاف دو انگلیوں کے دیکھتا ہے۔ چنانچہ خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے طریقت میں اپنا سلوک کہاں تک پہنچایا ہے فرمایا کہ میں نے یہاں تک اپنا سلوک پہنچایا ہے کہ جب میں اپنی دو انگلیوں کے درمیان نظر کرتا ہوں تو تمام دنیا و مافیہا کو اس میں دیکھتا ہوں۔

(فوٹو صفحہ ۹۹ ـ ۱۰۰ ترجمہ دلیل العارفین، ملفوظات معین الدین چشتی مرتبہ بختیار کا کی)

آپ کی وفات کا واقعہ خواجہ نظام الدین اولیاء ملفوظاتِ خواجہ فرید الدین گنج شکر میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

پھر آپ نے اس کے مطابق یہ حکایت فرمائی کہ ایک دفعہ شیخ علی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ عرش اٹھائے لئے چلا جا رہا ہوں جب صبح ہوئی تو جی میں خیال کیا کہ میں یہ خواب کس کے سامنے بیان کروں جو تعبیر پاؤں۔ پھر جی میں کہا کہ بایزید بسطامیؒ سے چل کے دریافت کر۔ اسی فکر میں جب گھر سے باہر نکلا دیکھا تو بسطام میں ایک شور برپا تھا اور خلق رو رہی تھی میں حیران ہو کر کھڑا ہو گیا پوچھا کیا حال ہے کہا خواجہ بایزید علیہ الرحمۃ نے انتقال کیا۔ شیخ علیؒ نے سنتے ہی ایک نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے۔ پھر نعرہ مارتے ہوئے بایزید کے جنازہ کے پاس تک پہنچے مگر خلق کے اژدحام سے وہاں تک پہنچ نہیں سکتے تھے مگر شیخ علی ہزار حیلہ و دشواری سے جنازہ تک آئے اور کندھا دیا۔ بایزیدؒ نے آواز دی کی اے علی جو تو نے خواب دیکھا تھا اس کی یہی تعبیر ہے۔ یہی جنازہ بایزید عرشِ خدا ہے کہ جو سر پر لیے جا رہا ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۲۱۵ ترجمہ راحت القلوب ملفوظات خواجہ فرید الدین گنج شکر مرتبہ نظام الدین اولیاء)

آپ شاید تعجب فرمائیں کہ بایزید بسطامی نے مرنے کے بعد کیسے شیخ علی مکی سے گفتگو کی اور یہ بات آپ شاید ماننے پر کبھی تیار نہ ہوں اس لئے میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ تھوڑا صبر کریں۔ آگے کے مضمون میں انشاء اللہ اس بات کی اصل سامنے آ جائے گی اور پھر آپ کی ساری پریشانیوں کا حل نکل آئے اور آپ اس بات کے قائل ہو جائیں گے کہ یہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں صرف نقلِ مقانی کر جاتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی میں یہ بھی طاقت تھی کہ نگاہ ڈالیں اور جان نکال لیں جیسے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ''انفاس العارفین'' میں اپنے تایا ابو الرضا محمد صاحب کی بزرگی کے سلسلہ میں ذکر فرمایا ہے، یہ اور بات کہ ان کے تایا صاحب حضرت بسطامی سے بھی زیادہ بزرگ تھے کیونکہ وہ جان نکالنے کے بعد واپس بھی لوٹا سکتے تھے، ملاحظہ ہو:

ترجمہ۔ کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک رحمت اللہ کفش دوز نے بیان کیا کہ ایک موقع پر حضرت شیخ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اور میں ان کے سامنے ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے کہا، کہ حضرت بایزید بسطامیؒ بعض اوقات کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے تو قوت جزب اور شیخ کی گرمی نگاہ سے اس کی روح پرواز کر جاتی تھی۔ آج

کل ہم مشائخ کا شور سنتے ہیں مگر کسی کی قوت باطنی میں یہ تاثیر نہیں دیکھی ، یہ سن کر حضرت شیخ نے جوش میں فرمایا کہ بایزید روحیں نکال تو لیتے تھے مگر جسم میں واپس نہیں لوٹا سکتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے میرے دل کو اپنے قلب اطہر کے زیر سایہ ایسی تربیت اور وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جب چاہوں کسی کی روح کھینچ لوں اور جب چاہوں اسے واپس لوٹا دوں: عین اسی وقت شیخ نے مجھ پر نظر کر کے میری روح کھینچ لی اور میں زمین پر گر کر مر گیا اور مجھے اس عالم کا کوئی شعور نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک بہت بڑے دریا میں غرق پایا، آپ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ؟ اس نے سوچ کر کہا کہ مردہ ہے فرمایا اگر تو چاہے تو اسے مردہ چھوڑ دوں اور اگر پسند کرے تو اسے زندہ کر دوں! کہنے لگے اگر زندہ ہو جائے تو یہ انتہائی رحمت ہو گی ۔آپ نے مجھ پر دوبارہ توجہ ڈالی تو میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام حاضرین مجلس حضرت شیخ کی قوت حال سے متعجب ہوئے۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین اصل فارسی صفحہ ۹۵، ۹۶ اور اردو ترجمہ صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷ شائع کردہ المعارف لاہور۔ مصنف شاہ ولی اللہ دہلوی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیان کردہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ کچھ ایسے بزرگ بھی ہوتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے براہ راست تربیت حاصل کر کے خدائی صفات سے متصف ہو جاتے ہیں اور مارنا اور جلانا ان کے قبضہ اختیار میں آ جاتا ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے کام ہیں قرآن کریم اللہ تعالیٰ توحید کے انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان کے سامنے یہ اعلان کیجئے کہ آپ صرف اس مالک کی بندگی کرتے ہیں جو اکیلا ہی تم کو (اے کافرو) موت دیتا ہے گویا یہ انکاری بھی اس بات کے قائل تھے کہ مارنا اور جلانا تو صرف ایک آسمان والے ہی کے ہاتھ میں ہے آیت یوں ہے۔

فَلَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰہَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰکُمۡ (یونس ۱۰۴)

ترجمہ: پس میں بندگی نہیں کرتا اُن کی جن کی بندگی اللہ کو چھوڑ کر تم کرتے ہو بلکہ میں تو صرف اُس اللہ کی بندگی کرتا ہوں جو تم کو موت دیتا ہے (یونس ۱۰۴)

حضرت جُنید بغدادی اور سرّی سِقطی

حضرت جنید بغدادی کا پورا نام ابو القاسم جنید بن محمد بن جنید تھا کشف المحجوب میں لکھا ہے

اور مشہور ہے کہ زمانہ حیواۃ سری سقطی رحمۃ اللہ میں پیر بھائیوں نے حضرت جنید بن محمد سے عرض کی ہمیں کچھ فرمائے تا کہ ہمارے دل سکون وراحت پائیں۔آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا جب تک میرے شیخ حضرت میری جلوہ آراء مسند ظاہر ہیں میں کوئی بات کہنے کا مجاز نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ ایک رات خواب استراحت میں تھے کہ سرکار ابد قرار ﷺ کے جمال جہاں آراء سے مشرف ہوئے ۔دیکھا کہ حضور فرمارہے ہیں، جنید لوگوں کو کچھ سنایا کر اس لئے کہ تیرے بیان سے اللہ تعالیٰ نے ایک عالم کی نجات فرمائے گا۔ جب بیدار ہوئے تو دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ میں اپنے مرشد کے درجہ سے اتنا بلند ہو گیا ہوں کہ حضور نے مجھے حکم دعوت

فرمایا۔جب صبح ہوئی حضرت سریؒ نے ایک مرید بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہو کہ میرے مریدوں کی درخواست تم نے رد کردی۔اور انہیں کچھ نہ سنایا اشیاخ بغداد نے سفارش کی اسے بھی تم نے رد کردیا میں نے پیغام بھیجا پھر بھی آمادہ وعظ نہ ہوئے۔اب جبکہ پیغمبر عالم سید اکرم ﷺ کا حکم تمہیں ملا ہے لہذا اس حکم کی تعمیل کرو۔

حضرت جنید بن محمد نے یہ حکم سنتے ہی جواب میں کہلا بھیجا کہ حضور جو میرے دماغ میں افضیلت کا سودا سمایا ہے وہ جاتا رہا ہے اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ سری سقطی میرا مرشد کامل میرے تمام حالات ظاہر و باطن سے مشرف ہے۔اور آپ کا درجہ ہر حال میں میرے درجہ سے بلند۔اور آپ یقیناً میرے اسرار پر مطلع ہیں۔اور میں آپ کے منصب جلیل کی بلندی سے محض بےخبر ہوں۔اور اپنی اس غلطی سے استغفار کرتا ہوں جو میں نے اس خواب کے بعد اپنے متعلق سوچا تھا حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت سری سقطیؒ سے عرض کی حضور آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے جمال سے خواب میں شرف حاصل کیا مجھے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیب پاک محمد ﷺ کو جنید کے پاس بھیجا کہ اسے حکم دو تا کہ وہ وعظ کہے تا کہ اہل بغداد کی مراد بر آئے

یہ حکایت دلیل واضع ہے کہ پیرانِ کامل ہر صورت میں مرید کے حالات پر واقف ہوتے ہیں

(فوٹو صفحہ ۲۶۸،۲۶۹ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش)

علی ہجویری صاحب کے بیان کئے ہوئے اس واقعہ سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ ماموں بھانجے کس پایہ کے لوگ تھے۔ایک کا اگر نبی ﷺ سے براہ راست تعلق تھا تو دوسرے کا الٰہ العالمین سے وہ رابطہ کہ وہ ان کو بتا دیتا ہے کہ میں نے اپنے رسول ﷺ کو تمہارے بھانجے کے پاس اس حکم کے ساتھ بھیجا ہے۔شاید اس بات کے ماننے میں آپ کو کچھ تردد ہو کہ کیسے ممکن ہے کہ اگر کسی کا چھوٹا اس کی بات نہ مانے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہ کر نبی ﷺ کے زریعہ اپنی بات منوا لے تو بھائی آپ کے اس تردّد کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔ہاں یہ سب کچھ کیوں اور کس طرح ہوتا ہے۔آنے والے صفحات میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا کیا عجب کہ بات دل کو لگ جائے۔لیکن اس بات کو یاد رکھئے کہ یہ واقعہ ایسا واقعہ ہے کہ جس کی تائید عبدالقادر جیلانی صاحب نے بھی کر دی ہے اور ان کی کتاب فتح الربانی کے ترجمہ فیوض یزدانی صفحہ ۵۴۹ شائع کردہ مدینہ پبلشنگ کراچی میں موجود ہے۔

اس واقعہ میں اہل تصوف کے اس بنیادی تصور کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ:۔

یہ حکایت دلیل واضح ہے کہ پیرانِ کامل ہر صورت میں مرید کے حالات سے واقف ہوتے ہیں آپ کہ سکتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے یہ تو پیروں کو خدائی کا درجہ دینا ہوا۔نبی ﷺ کا بھی یہ حال نہیں تھا وہ بھی صحابہ کرام کے حالات سے واقف نہ ہوتے تھے اور انہیں بھی ان کے احوال جاننے والوں سے دریافت کرنا پڑتے تھے۔یہاں پھر میں اپنی مجبوری کا اعتراف اور آپ سے صبر کا تقاضہ کروں گا۔اسی کشف المحجوب میں ایسے اور واقعات بھی ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ اپنے ماموں اور پیر حضرت سری سقطی کی طرح خواجہ جنید بغدادی بھی دل کی باتوں سے واقف ہوتے تھے۔

ا یک واقعہ ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ سے آپ کا ایک مرید کچھ بد اعتقاد ہوا اور اس غلط فہمی میں پڑا کہ اب میں بھی کسی درجہ پر فائز ہو چکا ہوں۔حضرت جنید رحمۃ اللہ سے کچھ اعراض کر لیا چند روز بعد اس غرض سے آیا کہ تجربہ کرے اور دیکھے کہ میرا خیال جنید پر منکشف بھی ہوا یا نہیں۔اور حضرت جنید اپنے نورِ فراست سے اس کی حالت ملاحظہ فرما رہے تھے۔جب وہ مرید آیا آپ سے کچھ سوال کرنے لگا۔آپ نے فرمایا کیسا جواب چاہتا ہے۔الفاظ و عبارات میں یا حقیقت معنی میں،مرید نے عرض کی دونوں طرح آپ نے فرمایا عبارتی جواب تو یہ ہے کہ اگر میرا تجربہ کرنے کی بجائے اپنا تجربہ کر لیتا تو میرے تجربہ کا محتاج نہ ہوتا۔اور اس جگہ تجربہ کی غرض سے نہ آتا۔اور معنوی جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے منصب ولائیت سے معزول کیا۔یہ فرمانا تھا کہ مرید کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔چیخنے لگا اور پکارا کہ حضور راحت یقین میرے دل سے جاتی رہی تو بہ کرنے لگا۔اور پہلی بکواس سے ہاتھ اٹھایا۔اس وقت حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،تو نہیں جانتا کہ اللہ کے ولی والیانِ اسرار ہوتے ہیں۔تجھ میں ان کی ضرب کی برداشت نہیں۔پھر ایک پھونک اس پر ماری۔وہ پھر اپنے پہلے درجہ پر متمکن ہوا۔اس دن سے خاصانِ بارگاہ کے معاملات میں دخل دینے سے بھی توبہ کی اور پختہ عہد کر لیا۔ (فوٹو صفحہ ۲۷۰،۲۷۱ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش)

دل کے حالات سے واقفیت اور ولایت سلب کر کے پھونک مار کر واپس کر دینا کیا معمولی بات ہے حضرت جنید بغدادی کی طاقت اور دل کے حالات سے واقفیت کا حال کشف المحجوب کے ایک دوسرے واقعہ سے سنیئے!

اور کہتے ہیں کہ خیر نساجؒ پر ایک خاطر رونما ہوئے کہ حضرت جنیدؒ دروازہ پر ہیں آپ نے اس خطرہ کو اپنے سے دور کرنا چاہا کہ دوسرا خطرہ خاطرِ مبارک میں آیا۔آپ اس کے دفع میں مشغول ہوئے کہ پھر تیسری بار خطرہ ہوا کہ حضرت جنید دروازہ پر تشریف فرما ہیں جا کر دیکھا تو حضرت جنیدؒ کو دروازہ پر کھڑا پایا۔حضرت جنید نے فرمایا۔اے خیر نساج اگر تو پہلے خطرہ کو خاطر میں لے آتا اور سیرتِ مشائخ پر عمل پیرا ہو جاتا تو اتنی دیر میں دروازہ پر کھڑا نہ رہتا۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ اگر خطرہ خاطرِ خیر میں آیا تو اس میں جنید کو کیا تھا۔اس کا جواب یہ ہے کہ جنید شیخ خیر نساج تھے اور شیخ لامحالہ احوال مرید سے واقف ہوتا ہے۔لہذا ان کا فرمانا صحیح تھا۔

(فوٹو:صفحہ ۵۹۲،۵۹۳ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب)

جنید بغدادی صاحب نے خیر نساج کو بتا دیا کہ تمہارے دل میں پہلا خیال یہ آیا تھا کہ میں دروازہ پر کھڑا ہوں لیکن تم نے پرواہ نہ کی۔یہاں بھی وہی بات ہے کہ پیرِ کامل ہمیشہ اپنے مرید کے دل کے خیالات سے واقف ہوتا ہے

"کشف المحجوب" کی عبارت کے بعد جنید بغدادی صاحب کی بزرگی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کے ملفوظات میں دیکھئے۔ایک صفحہ کا عکس آپ کے سامنے ہے!

عرض !حضور یہ واقعہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ نے یا اللہ فرمایا اور دریا میں اتر گئے پورا واقعہ یاد نہیں،

ارشاد ! غالباً حدیقۂ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادیؒ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین

کی مثل چلنے لگے بعد کو ایک شخص آیا۔اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا عرض کی میں کس طرح آوٴں فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کیطرح چلنے لگا.جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں،اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔پکارا حضرت میں چلا فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو پار رہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں فرمایا ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں ہے اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔**اللہ اکبر**

(فوٹو:صفحہ ۱۷ الملفوظات مجدد مائتہ حاضر اعلحضرت احمد رضا خان بریوی،حصہ اول)

پانی پر زمین کی طرح چلنے کی شان ملاحظہ فرمایئے اور یہ بھی کہ اپنے پیچھے آنے والے کو یا جنید یا جنید کا ورد بتلایا اور پھر یہ بھی ثابت کر دیا کہ اللہ تعالی تک پہنچنا بغیر کسی بزرگ کے واسطہ کے ممکن نہیں ہے اور قرآن میں جو براہِ راست و بلا واسطہ رجوع کا ذکر ہے وہ محلِ نظر ہے اس سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ شیخ اکبر ابن عربی نے اپنے رسائل میں لکھا کہ عالمِ تجلیات میں جب جنید بغدادی سے ملاقات ہوئی تو وہ میری غیر معمولی قابلیت سے بہت زیادہ مرعوب ہو گئے لیکن میں نے ان کو اطمینان دلایا کہ جب آپ کو میرا جیسا جانشین ملا ہے تو پھر کس بات کا ڈر ہے (رسائل ابن عربی جزء ثانی کتاب تجلیات صفحہ ۳۵) یہ اور بات کہ جنید بغدادی اور ابن عربی کے زمانوں میں ۳۴۰ سال کا فرق ہے جنید بغدادی کی وفات ۲۹۸ھ اور ابن عربی کی ۶۳۸ھ میں۔کچھ ہو بہر حال یہ بات تو واضح ہو گئی کہ بزرگ حضرات کے سامنے ''برزخ'' کی آڑ کوئی آڑ نہیں جب چاہیں اس کو پار کر لیں۔

حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے حضرت جنید بغدادی کی عظمت کا جو واقعہ حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظات کی کتاب ''امداد المشتاق'' میں لکھا ہے وہ آپ کے سامنے ہے

(۲۲۸) فرمایا حضرت جنید بغدادی بیٹھے ہوئے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی اس قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اُسکے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا (حاشیہ) قولہ اس قدر صاحب کمال ہو گیا اقول کمال خاص مراد ہے نہ کہ کمال مطلوب ۱۲

(فوٹو:صفحہ ۱۰۲ امداد المشتاق مؤلفہ حکیم الامت اشرف تھانوی صاحب)

کمال خاص اور کمال مطلوب کے فرق کو باقی رکھنا بہت ضروری تھا مبادا...........

یہ ہیں ہمارے بزرگوں کے وہ کارنامے جو ان کے بعد آنے والے بزرگوں نے تحریر فرمائے ہیں۔

اِتّحادِ ثلٰثہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقام پر آپ کی خدمت میں یہ بات رکھ دوں کہ اس سلسلہ میں آپ کا مجھ سے قرآن اور حدیث کی

دلیلیں طلب کرنا انصاف نہیں ہے، کیونکہ یہ شریعت کا معاملہ نہیں ۔ یہ تو دینِ طریقت کا میدان ہے اوران دونوں چیزوں میں مشرق و مغرب کا بُعد اورزمین وآسمان کی دوری ہے ۔شریعت کی بنیاد جس طرح تین چیزوں پر ہے قرآن ،حدیث ،واجماع اوراس کے بعد کہیں قیاس کا نمبر آتا ہے ۔اسی طرح اس دینِ طریقت کی بھی تین بنیادیں ہیں جن کو ''اتحادِ ثلاثہ'' کا نام دیا جاتا ہے میری خواہش یہ ہے کہ شروع ہی میں آپ کے سامنے مختصرترین الفاظ میں دینِ طریقت کا لُبِّ لباب رکھ دوں اس سے واقف ہو جانے کے بعد آپ نہ صرف حضرت نوری صاحب کی باتوں کی تہ تک پہنچ جائیں گے بلکہ تصوف کے سلسلہ کی ہر مشکل کو چٹکیوں میں حل کرلیں گے ۔اس ''اتحادِ ثلاثہ'' کا پہلا اصول

(۱) حُلُول ہے

اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی ریاضتوں کے زریعہ نفس کی صفائی اور روح کی بالیدگی پیدا کرلے یا کسی کو ورثہ میں یہ چیزیں ملی ہوں تو ذاتِ خداوندی اس کے اندر حُلول کر جاتی ہے ۔یعنی لاہوت ناسوت میں اور موجد موجود میں اتر آتا ہے اس لئے ہندوؤں کے رِشی مُنی اور بدھ مت کے پیرو جنگلوں اور پہاڑوں میں گوشہ نشین ہو کر سخت ریاضتیں کرتے ہیں ۔یہی نظریہ عیسائیوں کا بھی ہے اورقرونِ وسطیٰ میں ان کی غیر معمولی ریاضتیں تاریخ کا جُز بن چکی ہیں ان کے ریاضت کرنے والے اپنے بدن کو رسیوں کے زریعہ ستون سے باندھ کر ایک ہی حالت میں قائم رہنے کی کوشش کرتے تھے یہاں تک کہ دن گزر جاتے اور رسی اُن کے گوشت کو کاٹ کر اندر اُترتی چلی جاتی اور زخم پیدا ہو کر اُن میں کیڑے پڑ جاتے لیکن یہ لوگ اپنی یہ ریاضت ختم نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں اضعافہ کے لئے برابر کوشاں رہتے ۔زخم کے کیڑوں میں سے کوئی کیڑا اگر گر کر الگ ہو جاتا تو وہ اس کو پھر اٹھا کر زخم پر ڈال دیتے اور کہتے کہ ''کھا جو تجھ کو تیرے مالک نے دیا ہے''

بہت سے یہ بزرگ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے اورگھاس پھوس پر گزارا کرتے اسی طرح جیسے نوری صاحب کے والد کے واقعات میں آگے آرہا ہے کچھ حضرات جانوروں کے بھٹوں میں، کچھ پرانی قبروں اور مقبروں میں اور بعض کنوؤں میں اپنا گھر بنا لیتے تھے ۔کوئی سالوں چُپ رہتا اور کوئی ہاتھوں اور پیروں میں لوہے کی زنجیریں ڈالے دکھائی دیتا تھا ۔

اسی آخری امت میں اس نظریہ کی ابتداء عبداللہ بن سبا (یمنی یہودی جو خلافتِ عثمانؓ کے زمانہ میں منافقانہ طور پر اسلام میں داخل ہوا تھا) کے پیروؤں سے ہوئی ۔ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ علیؓ کی ذات میں اوران کی اولاد میں حلول کر آیا ہے اوراس طرح یہ حضرات اللہ کے ''اوتار'' ہیں ۔پھر حلول کا یہ عقیدہ عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں ،نُصیریہ، کیسانیہ ۔قرامطہ اور باطنیہ سے ہوتا ہوا صوفیاء کے اندر داخل ہو گیا ۔اور یہاں پہنچ کر وہ اصلی برگ و بار لایا ،علیؓ کی خدائی کا عقیدہ خود علیؓ کے زمانہ میں شروع ہو گیا تھا، ''قومِ زط'' کے ستر (۷۰) آدمی جو عبداللہ بن سبا کے چیلے تھے علیؓ کو اعلانیہ ''الٰہ'' پکارتے تھے ۔علیؓ نے انہیں بہت سمجھایا لیکن جب وہ اپنا یہ عقیدہ بدلنے پر تیار نہ ہوئے تو آپؓ نے ان کو آگ میں جھونک دئے جانے کا حکم دیا ۔لیکن یہ لوگ اپنے ''الوہیت علی'' کے اس عقیدہ میں اس قدر پختہ تھے کہ آگ میں جل کر بھی پکارتے رہے کہ علیؓ یقیناً خدا ہیں کیونکہ ''لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ''

یعنی آگ کا عذاب کوئی نہیں دیتا مگر وہ جو آگ کا رب ہے۔اس طرح یہ لوگ اپنے آخری لمحات میں بھی علیؓ کی خدائی کی گواہی دے مرے۔

یہی عقیدہ فرقۂ سبائیہ نصیریہ کا بھی ہے کہ علیؓ کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کرگیا ہے اور اس لئے علیؓ خدا ہیں۔ بنوری صاحب نے اپنے والد صاحب کے عقدِ نکاح کے سلسلہ میں علیؓ کو عرش پر بٹھا کر اسی عقیدہ کو رونمائی کا موقعہ دیا ہے اور اسی لئے خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی فرما گئے کہ : دل مِرا بندہ نُصیری کے خدا کا ہو گیا

اسی عقیدہ کے زیرِ اثر یہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جو آواز سنی تھی وہ علیؓ کی آواز تھی۔صوفیاء میں حسین بن منصور حلاج اس عقیدہ کے پہلے علمبر دار سمجھے جاتے ہیں ان کا عقیدہ یہی تھا کہ لاہوت، ناسُوت میں حلول کر جاتا ہے خاص کر اپنے متعلق تو اُن کا صریح دعویٰ تھا کہ مجھ میں اللہ تعالیٰ حلول کرگیا ہے اور اسی وجہ سے وہ ''انا الحق'' کا نعرہ لگاتے تھے حلولِ مطلق' کا یہ عقیدہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ساری کائنات میں حلول کئے ہوئے ہے جو پہلے جہمیہ کا عقیدہ تھا۔حسین بن منصور حلاج اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ اس امت میں درآیا،اور آج یہ دینِ تصوف کی رگوں کا خون بنا ہوا ہے۔

حسین ابن منصور حلاج کے اس سلسلہ کے چند اشعار بہت ہی مشہور ہیں:

(۱)سبحان من أظهر ناسوته سِرّ سَنا لا هوته الثاقب

(۲)ثم بدا فی خلقه ظا هرا فی صورة الا کل والشارب

(۳)حتی لقد عانیه خلقه کلحظة الحاجب بالحاجب

(فوٹوص ۱۲۹ جلد ۸ تاریخ بغداد۔للخطیب بغدادی)

ترجمہ:(۱)پاک ہے وہ جس نے اپنے ناسوت کو چمکتے ہوئے لاہوت کا روشن بھید بنا کر ظاہر کیا۔

(۲)پھر وہ اپنی مخلوقات میں کھانے، پینے والے شکل میں آشکارا ہوا۔

(۳)یہاں تک کہ اس کو اس کی مخلوق نے اس طرح دیکھا جیسا ایک دیکھنے والا دوسرے کو دیکھتا ہے انہی حسین بن منصور حلاج کا شعر یہ ہے کہ

عقد الخلائق فی الاِ لٰه عقاید وانا اعتقدتُ جمیع ما اعتقدوه

ترجمہ:مخلوق کے اِلٰہ کے بارے میں بہت سے عقیدے ہیں اور میں ان کے تمام عقیدوں پر عقیدہ رکھتا ہوں۔مراد یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ حلول کئے ہوئے ہے جس کو بھی پوجو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی اور نہیں،اور

کفرتُ بدین اللهِ والکُفر واجب لدیّ وعند المسلمین قبیح

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کیا اور میرے نزدیک یہ انکار واجب ہے اور دوسرے مسلمانوں کے نزدیک یہ بہت بڑا ہے''.....اس نظریہ حلول پر ان کا اصرار رہا اور آخر کار خلیفہ بغداد المقتدر باللہ نے اُن کو اپنے وزیر حامد بن العباس کے حوالہ کر دیا لیکن

جب انہوں نے توبہ نہ کی اور اپنے اس عقیدہ پر جمے رہے تو ۲۴ رزوالقعدہ ۳۰۹ھ میں انہیں بغداد میں قتل کر دیا گیا اور ان کی لاش کو جلا کر راکھ دریا میں پھینک دی گئی۔ان خیالات کے باوجود صوفیوں کی اکثریت نے ان کے حق پر ہونے اور ان کے سزا دینے والوں کو باطل پر ہونے کا فیصلہ دیا اور کہا

روا باشد انا الحق از درختے　　چرا نبود روا از نیک بختے

ترجمہ: اگر ایک درخت سے "انا الحق" کی آواز بجا درست ہو سکتی ہے تو ایک نیک بخت کی طرف سے یہ آواز کیوں درست نہیں۔گویا ان صوفی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ جو کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز سنائی دی تھی وہ درخت کی آواز تھی)

صوفیوں نے "حلول" کے اس فلسفہ کو درست اور بجا ہی نہیں بلکہ اصل رازِ توحید گردانا اور فرمایا

من باح بالسرّ کان التقل شیمنه　　بین الرجال ولم یوخز لهٔ ثار

ترجمہ: جو راز فاش کر دے اس کا انجام قتل کے سوا اور کیا ہے اور ایسے مقتول کا بدلہ بھی نہیں لیا جا سکتا۔کہنا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے وصل کے راز کو فاش کر دیا اور راہِ عشق میں یہ افشاءِ راز بہت ہی شدید جرم ہے اس لئے اُن کو یہ سزا ملی اور خوب ملی۔

ابن حجر عسقلانی "لسان المیز ان" میں لکھتے ہیں کہ ابن عربی فصوص الحکم کے لکھنے والے اُن کی عظمت کا بہت تذکرہ کرتے ہیں۔اس نظریہ کے مقابلہ میں قرآن کا ارشاد تو یہ ہے کہ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى (سورة طٰه ٥) ترجمہ: اللہ تعالیٰ (رحمٰن) عرش پر مستوی ہے (طٰہ ۵)

ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ان معنوں میں حاضر و ناظر نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے ہر ہر جگہ موجود ہو بلکہ وہ علم۔اقتدار اور تصرف کے لحاظ سے حاضر و ناظر ہے لیکن حلول کے یہ دعویدار اُس کو عرش سے اتار کر کسی ذات میں داخل کر دینے سے کم پر بس نہیں کرتے۔اسی نظریہ کے زیر اثر کہنے والے نے کہا ہے کہ

وہی جو مستویِ عرش تھا خدا ہو کر　　اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اور..............اپنا اللہ میاں نے ہند میں نام　　رکھ لیا خواجہ غریب نواز

خواجہ نظام الدین اولیاء حسین بن منصور حلاج کی بزرگی کے اس قدر قائل تھے کہ آپ نے فرمایا !

روز چہار شنبہ ۴۔ماہ صفر ۷۲۲ھ دولت پابوسی حاصل ہوئی۔ذکر مشائخ ہو رہا تھا۔بندہ نے عرض کیا کہ سیدی احمد کیسے تھے آپ نے فرمایا وہ بزرگ شخص تھے۔عرب تھے۔عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کو بزرگی سے یاد کرتے ہیں تو اُسے سیّدی کہتے ہیں۔وہ شیخ حسین منصور حلاجؒ کے زمانے میں تھے جبکہ ان کو جلایا گیا اور ان کی خاک دجلہ میں ڈالی گئی سیدی احمد صاحب نے زرہ سی خاک اُس میں سے تبرکاً اُٹھا کر کھالی تھی۔یہ ساری برکتیں اسی سبب سے انہیں حاصل تھیں

(فوٹو: فوائد الفوا د ملفوظات نظام الدین اولیاء صاحب مرتبہ خواجہ حسن دہلوی صفحہ ۱۷۴ ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب، شائع کردہ محکمہ اوقاف پنجاب اور صفحہ ۳۴۸ ترجمہ بریاں صاحب مکتبہ مجتبائی)

حلول کا عقیدہ رکھنے والے اور خدائی کے دعویدار کی جلی ہوئی لاش کی راکھ کی برکت کا جب یہ حال ہے تو خود اس کی بزرگی کا عالم کیا ہوگا جس کی یہ راکھ تھی اور........ زرا اُس دولت پابوسی کی بھی داد دیتے جایئے گا جو ہمارے بزرگوں کی محفلوں کا بہترین نذرانہ ہے۔ **حضرت حسین بن منصور حلاج** انہیں میں سے مستغرق معنیٰ ابوالغیث حضرت حسین بن منصور حلاج ؒ ہیں۔آپ سرمستان بادۂ وحدت اور مشتاق جمالِ احدیت گزرے ہیں اور نہایت قوی الحال مشائخ میں تھے۔

(فوٹو: کشف المحجوب صفحہ ۳۰۰ مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بہ داتا گنج بخش)

حضرت علی ہجویری نے تصدیق فرمادی کہ حسین بن منصور حلاج ؒ سرمستان وحدت اور مشتاق جمال احدیت تھے اس طرح سے ان پر جو زندیقیت اور الحاد کے الزام لگائے گئے ہیں ان کا رد ہوگیا۔ پھر حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں۔

دیکھتے نہیں کہ حضرت شبلیؒ حضرت حسین بن منصور کی شان میں کیا فرمارہے ہیں۔آپ کا اعلان ہے اَنَا وَالْحَلَّاجُ فِیْ شَیْئٍ وَاحِدٍ فَخَلِّفِنِی جُنُو نِیْ وَاَھْلَکَہٗ عَقُلُہٗ میں اور حسین بن منصور حلاج ایک ہی طریق پر ہیں۔مگر مجھے میرے دیوانہ پن نے آزاد کرادیا اور حسین بن منصور کو اس کی عقلمندی نے ہلاک کرادیا۔

اگر (معاذ اللہ) وہ بیدین ہوتے تو شبلیؒ یہ نہ فرماتے کہ میں اور حلاج ایک چیز ہی ہیں۔حضرت محمد بن خفیف ؒ نے فرمایا۔ھُوَ عَالِمُ رَبَّانِیُ حسین بن منصور حلاج عالم ربانی تھے۔اور ایسے ہی اوروں نے بھی بہت کچھ تعریف کی اور انہیں بزرگ بتایا

(فوٹو کشف المحجوب صفحہ ۳۰۲)

حضرت جنید بغدادی کے شاگرد اور مرید شبلی نے بھی انہیں اپنا ساتھی قرار دیا اور اپنے سے زیادہ عقلمند ٹھیرایا؛ بہر حال کچھ ہو ان میں جرأت ضرور تھی کہ اپنے عقیدہ پر جمے رہے اور سر دیدیا آج بھی یہی عقیدہ ہے مگر خوف کی وجہ سے تدلّی اور تجلّی کے نام سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔یہ اتحادثلثہ میں سے ایک نظریہ کی کارفرمائی ہے رہا اس اتحاد کا دوسرا جزء تو وہ اس سے بھی زیادہ عظیم الشان ہے

وحدۃ الوجود

''اتحادِثلثہ کا دوسرا جزء جن نے قرآن وحدیث کے بتلائے ہوئے خالق ومخلوق کے فرق کو بدل ڈالا ہے وحدۃ الوجود کا نظریہ ہے۔اس کا کہنا ہے یہ ہے کہ کائنات کی ہرچیز ایک ذات کے پھیلے ہوئے حصّوں میں سے ایک حصہ ہے کسی ایک چیز میں دوسرے سے غیریت نہیں یعنی خالق ومخلوق میں وحدت ہے اور دونوں ایک ہیں،اس نظریہ کے لحاظ سے کافر مشرک،فاسق وفاجر،مومن ومسلم ،شیطان وجن،کتا و بلی نجاست وغلاضت،یہ سب اللہ کے عین وجود ہیں،انہیں ذاتِ الٰہی سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان میں اور ذات الٰہی میں کوئی غیریت ہے،اور کائنات میں جو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں،یہ حس وادراک کا ظاہری پہلو ہے۔ابن عربی جو صوفیاء میں شیخ اکبر کے نام سے پکارے جاتے ہیں اس نظریہ کے موجد سمجھے جاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ''ہندومت'' سے لیا ہوا یہ نظریہ شروع ہی سے فنِ تصوف کی جان بنا رہا ہے ہاں ابن عربی اس امت مسلمہ کے اندر اس کے علمبردار بن کر ضرور اُٹھے ہیں

فتوحاتِ مکیّہ درفصوس الحکم جیسی مشہور کتابیں لکھ کراس کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی ہےاور اپنی پوری زندگی اس نظریہ کو پھیلانے میں لگادی ہے۔ان کی اس کوشش کا ثمرہ یہ ہے کہ آج ہرصوفی کے یہاں اس بات کی کسی نہ کسی شکل میں نمائش ضرور ہے۔ابن عربی کہتے ہیں۔

الرب حق والعبد حق　　　یا لیت شعری من المکلّف

ترجمہ:پروردگار بھی حق ہےاور بندہ بھی حق.کاش میں معلوم کرسکتا کہ ان میں سے مکلف کون ہے

ان قلت عبد فزاک میّت　　　او قلت رب أنی یکلّف　(فتوحات مکیہ جلد ۱ صفحہ ۱)

ترجمہ:اگرتم کہو کہ مکلّف بندہ ہےتو بندہ تو مردہ اور میّت ہے اگرتمہارا کہنا یہ ہے کہ ''ربّ ''تو وہ کیسے مکلّف ہوسکتا ہے۔اور لکھتے ہیں　فیالیت شعری من یکون مکلفا　　وما ثم الا اللہ لیس سواہ (رسائل ابن عربی کتاب الجلالۃ صفحہ ۱۲)

ترجمہ: کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ مکلّف کون ہےاور درآنحالیکہ یہاں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا وجود ہی نہیں ہے۔

اپنی کتاب فصوس الحکم کی فص ہارونیہ میں لکھتے ہیں　فان العارف من یری الحق فی کل شیٔ بل یراہ عین کل شیٔ

ترجمہ:پس عارف وہ ہے جو ہر چیز میں حق کو دیکھے بلکہ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا عین دیکھے

اورفص ہود میں لکھا ہے　:　انہ عین الاشیاء　(ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے)

اسی بات کو فتوحات مکیہ میں یوں فرمایا۔

معی الحق عین الخلق ان کنت ذاعینِ　　　وفی الخلق عین الحق ان کنت ذاعقلِ

ترجمہ: پس حق میں عین الخلق ہے اگرتم چشمِ بینا رکھتا ہے　　　اور خلق میں عین الحق ہے اگرتو عقل والا ہے

فان کنت ذاعین و عقل معاً فما　　　تری غیر شیٔ واحد فیہ بالفعل

ترجمہ:پس اگرتو آنکھ اور عقل دونوں کا مالک ہےتو تو ایک شئی واحد کے علاوہ کسی اور چیز کو بالفصل نہ دیکھے گا اپنے اس نظریہ ہمہ اوست کے ثبوت میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک توحید عقل والے کی ہےاور ایک توحید عارف صاحبِ تجلیات کی.ان دونوں میں بڑا فرق ہے.صاحبِ عقل توحید کا شعر یوں پڑھے گا۔

وفی کل شیٔ لہٗ آیۃٌ　تدل علیٰ انہٗ واحدٌ　ترجمہ:　اور ہر چیز میں اس کی نشانی ہے.جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہےاور صاحبِ تجلّی کا شعر یوں ہوگا:　وفی کل شیٔ لہٗ آیۃٌ　تدل علیٰ انہ عینہٗ

ترجمہ:اور اس چیز میں ایک نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کا عین ہے

ہر چیز اللہ ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں

یہ اشعار لکھنے کے بعد ابن عربی لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو صاحبِ عقل کے لفظ واحد اور صاحبِ تجلّی کے لفظ عین میں

ہے پس وجود کسی کا نہیں ہے سوائے اللہ کے اور اللہ تعالیٰ کو اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا اور اسی حقیقت کی بنیاد پر کہنے والے نے کہا ہے کہ میں اللہ ہوں جیسے ابو یزید (بایزید بسطامی) نے کہا سبحانی (ما اعظم شانی) (یعنی میری ذاتِ پاک کی قسم میری شان کتنی عظیم ہے) اور اُن کے علاوہ دوسرے اہلِ اللہ نے بھی جو پہلے گزر چکے ہیں یہی بات کہی ہے اور یہی بات ان کے اُن قولوں میں ملتی ہے جو دوسروں نے ان کے اقوال سے نکال کر نقل کئے ہیں

عبارت کا عکس یہ ہے۔ عربی............... فوٹو: فتوحاتِ مکیہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۲)

اس نظریہ کے لحاظ سے ہر چیز ذاتِ الٰہی کا جزء اور حصہ ہے۔ کوئی چیز دوسری چیز سے غیریت نہیں رکھتی صرف فرق مراتب کی وجہ سے صورتیں بدل گئی ہیں، کوئی انسان نظر آتا ہے کوئی جانور۔ کوئی درخت نظر آتا ہے کوئی پہاڑ، کوئی ولی اور کوئی نبی لیکن ایک فاسق و فاجر بھی دراصل ذاتِ خداوندی کا ایسا ہی حصہ ہے۔ جیسا ایک بزرگ ولی اسی طرح ایک جانور بھی ذاتِ حق کا ایک جزء ہے اور ایک پرندہ بھی۔ اس لئے اس فن کے کاملین کبھی کتے کے بھونکنے پر لبیک۔ لبیک کا نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی کوے کی آواز پر۔ اور اگر دریافت کیا جاتا ہے کہ حضرت یہ کیا ہے، یہ تو کتے اور کوے کی آواز ہے، تو جواب ملتا ہے کہ مجھے تو ہر آواز۔ آوازِ خداوندی معلوم ہوتی ہے اس لئے میں لبیک لبیک کا نعرہ لگاتا ہوں۔

ابن عربی کے اس نظریہ نے قرآن اور حدیث کی ساری قدروں کو بدل ڈالا ہے۔ عالمِ دنیا حادث کے بجائے قدیم بن گیا۔ اللہ تعالیٰ معطل کر ڈالا گیا۔ خیر و شر کی تمیز باقی نہ رہی۔ تکلیف اٹھا لی گئی، جنت و جہنم بے معنی چیزیں بن گئیں۔ آخر وہ کون سا اللہ ہے جو اپنی ذات کو جہنم کے سپرد کر دے گا۔ ابن عربی کا ارشاد ہے کہ جہنم کی آگ ٹھنڈی ہو کر لطف و لذت کا سامان مہیا کرے گی۔ اس نظریہ نے اس قدر زور پکڑا کہ ساری دنیا میں اس کے حامی اس کے علمبردار پیدا ہو گئے، کہیں مولانا جلال الدین رومی نے اس کا نعرہ لگایا اور کہیں خاندان ولی الٰہی نے اس کے جھنڈے اٹھائے، اور آج اسلام کی جو صورت بنی ہے اس میں سب سے بڑا ہاتھ اس نظریہ کا ہے۔ ''اتحادِ ثلٰثہ کے مجموعہ کا تیسرا جزء''

(۳) وحدة الشہود

اتحادِ ثلاثہ'' کا تیسرا ٹکرا'' وحدۃ الشہود'' ہے اس کو ''فنا فی اللہ'' ہونا بھی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی محبت اور ریاضت کو اس قدر فروغ دے کر حلولیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو عرش سے اتار کر کسی ذات میں داخل کرنے کے بجائے خود عروج کرے اور بلند ہو کر ذاتِ الٰہی میں داخل ہو جائے اور اس طرح اپنی ذات کو فنا کر کے بقا حاصل کر لے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نظریہ ابن عربی کے وحدۃ الوجود کے مقابلہ میں شیخ علاء الدولہ سمنانی المتوفی ۷۳۶ھ نے ایجاد کیا ہے اور برصغیر ہندو پاک میں مجدد الف ثانی سرہندی نے اسے اوجِ کمال تک پہنچایا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ نظریہ شروع ہی سے تصوف کے ہر سلسلہ میں موجود رہا ہے۔ ابو اسمٰعیل ہروی (وفات ۴۸۱ھ) اس کے مبلغ اعظم اور حضرت علی ہجویری کشف المحجوب کے مصنف (وفات ۴۶۵ھ) اور شیخ عبد القادر جیلانی غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی کے مصنف (وفات ۵۶۱ھ) نے اس نظریہ کے جھنڈے اٹھائے ہیں چاہے اس کو یہ نام نہ

دیا ہو،ان تینوں نظریوں کی ایجاد کا مقصد یہ تھا کہ خالق ومخلوق، عبد ومعبود کا وہ فرق باقی نہ رہے جو ذوق خدائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور جس کو قرآن وحدیث نے ہر جگہ، ہر مرحلہ پر ہر وقت ہر آن بیان کیا ہے اور انجام کار ایسی ذاتیں وجود میں آئیں جو خالق ومخلوق، عبد ومعبود، دونوں کی صفات کی حامل ہوں کبھی خالق بنیں کبھی مخلوق کبھی عبد کبھی معبود اور زمانہ گواہ ہے کہ اس معاملہ میں ان حضرات کو پوری کی پوری کامیابی حاصل ہوئی اور عبد ومعبود دونوں کی صفات سے مرکّب ایسی بے شمار مخلوط ذاتیں وجود میں آئیں جو کبھی مشکل کشا بنائی گئیں اور کبھی داتا و دستگیر کہلائیں۔

"اتحادِ ثلاثہ" کے ان تینوں اجزاء پر نگاہ ڈالی جائے تو پہلی بات یہ سامنے آئے گی کہ یہ تینوں کے تینوں قرآن وحدیث کے یکسر خلاف ہیں لیکن ان تینوں نظریات میں صرف وحدت الوجود کے نظریہ میں یکسانی وہم رنگی پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے مطابق ہر چیز ذاتِ الٰہی کا ایک ٹکڑا ہے اور اس لئے ہم جنس۔ اور اگر اتحاد ہوتا ہے تو ہم جنس میں اتحاد ہوتا ہے۔ باقی دو نظریے حلول اور وحدت الشہود کے تو وہ بالکل غیر معقول ہیں کیونکہ ان میں غیر جنسوں میں اتحاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ جلول ذاتِ الٰہی کو ذاتِ انسانی میں داخل کرتا ہے مگر عرش سے اتار کر اور وحدت الشہود ذاتِ انسانی کو ذاتِ الٰہی میں سموتا ہے اوپر اٹھا کر۔ لیکن اتنی بات تو بہر حال کہنی پڑے گی کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور یہ بھی کہ ع

؎ یہ دھوپ چھاؤں حسبِ ضرورت بھی خوب ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دین کے علمبرداروں کی اپنی کتابوں سے نمونہ کے طور پر چند اقتباسات آپ کے سامنے آجائیں۔ یاد رکھئے کہ بہت ہی اختصار سے کام لوں گا ورنہ قرآن اور حدیث کے مقابلے کے لئے اس قدر مواد ان حضرات نے جمع کر رکھا ہے کہ اس کے لئے ہزاروں اور لاکھوں صفحات بھی کم ہیں۔ سب سے پہلے میں شیخ عبد القادر جیلانی صاحب کے اپنے ملفوظات سے جو اُن کے صاحبزادہ نے مرتب کئے تھے اور کتاب کا نام "الفتح الربانی" رکھا تھا۔ ایک عکس آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ یہاں بھی وہی " اتحادِ ثلاثہ " کا فلسفہ کام کر رہا ہے۔ دیکھئے اور اولیاء اللہ اور ابدال کا مقام پہچانئے۔ اس کا کچھ خیال نہ کیجئے کہ قرآن کریم اولیاء اللہ کے لئے صرف یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (ترجمہ) اولیاء اللہ تو وہ لوگ ہیں جو ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ لیکن یہاں کچھ اور ہی بات معلوم ہو رہی ہے۔

(رہے ابدال تو ایک جھوٹی رویت کے علاوہ کوئی صحیح روایت ابدال کی موجودگی کے اثبات کے لئے موجود نہیں ہے)

یا ضعیف الیقین لا دنیا عندک ولا اخرۃ: وذالک بسوءِ ادابک الحقّ عزّ و جلّ و تہمتک لاولیائہٖ و ابدال انبیائہٖ الذین اقامہم الحق عزّ و جلّ مقامہم : حمّلہم ما حمّل النبّیین والصدیقین سلّم الیہم اعمالہم وعلومہم : افناہم عن ثفوھہم واھویتہم واوجدھم واقامہم بین یدیہ طھّر قلوبہم عمّا سواہ وحعل الدنیا والاخرۃ والخلق فی ایدھم

ترجمہ: اے ضعیف الیقین! نہ تیرے پاس دنیا ہے اور نہ آخرت اور یہ تیری حق تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور اس کے ان

اولیاء وابدال پر التزام رکھنے کی وجہ سے ہے جن کو حق تعالیٰ نے انبیاء کا قائم مقام بنایا ہے کہ نبیوں اور صدیقوں پر (اصلاحِ امت کا) جو بوجھ رکھا تھا وہی ان پر رکھ دیا ہے۔ انبیاء کے (مقدس) اعمال اور اُن کے (پاکیزہ) علوم اُن کے حوالہ کیئے انکے نفوس وخواہشات سے ان کو فنا کر دیا اور اپنے ساتھ بقا عطا فرما کر اپنے سامنے کھڑا کر لیا۔ اپنے ماسوئی سے ان کے دلوں کو پاک کیا اور دنیا و آخرت و ساری مخلوق اُن کے ہاتھ میں دے دی

(فوٹو: مجلس ۵۱ فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی لمفوظات شیخ عبدالقادر جیلانی مترجم عاشق علی میرٹھی صاحب صفحہ ۳۶۵۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی وصفحہ ۳۵۷ بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ)

یہ ہے مقام اولیاء اور ابدال کا۔ ہماری دنیا اور آخرت ان کے ہاتھوں میں ہے لیکن جنس انسانیت کی مجبوری ملاحظہ فرمائیے کہ ابدال اور اولیاء کا یہ درجہ کہ دنیا و آخرت اور ساری مخلوق ان کے ہاتھ میں پھر خود اتنے بڑے ولی کہ اسی کتاب کی مجلس ۲ صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے کہ فرمایا

لَوْ لَا الْحُكْمُ لَتَكَلَّمْتُ بِمَا فِيْ بُيُوْتِكُمْ اگر حکم کا پابند نہ ہوتا تو میں بتا دیتا جو تمہارے گھروں میں ہے

(فوٹو: صفحہ ۲۱ مجلس ۲ فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

مگر افسوس کہ وفات کے بعد عبید اللہ بن یونس وزیر بغداد کے ایک نہایت نا خشگوار سلوک سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔

عربی عبارت کا اردو ترجمہ: اسی سال ۵۹۳ھ میں عبید اللہ بن یونس بن احمد الوزیر جلال الدین ابو المظفر الحنبلی نے وفات پائی وہ شروع میں سرکاری دفاتر کا نگران تھا بعد کو خلیفہ نے اسے وزیر مقرر کر دیا، وہ قرآن وحدیث وفقہ، حساب، انجیزی، الجبرا اور علم الانساب کا عالم اور امام تھا مگر اس نے چند اعمال سے اپنے معاملہ کو لوگوں کی نگاہ میں گرا لیا اور ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے گھر کو مسمار کر کے ان کی اولاد کو در بدر کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے رات کے وقت آدمی بھیجا جس نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی قبر کھود ڈالی اور ان کی ہڈیاں دریا (دجلہ) کی لہروں میں پھینک دیں اور کہا کہ یہ وقف کی زمین ہے اس میں کسی کا دفن کیا جانا حلال نہیں ہے

(النجوم الظاهره جلد ٦ صـ ١٤٢ الزيل على روضتين تراجم رجال القرنين السادس السابع صفحه ١٣ و شنزرات الزيب جلد ٤ صفحه ٣١٤،٣١٣)

معلوم ہوا کہ جوش وجذبہ کی فراوانی کی حالت میں انسان بہت کچھ کہہ جاتا ہے مگر آخر کار پتہ چلتا ہے کہ حق صرف یہ ہے کہ

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (الاعراب آية ١٨٨) ترجمہ کہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ہوتا وہی ہے جو میرا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (الاعراب آیۃ ۱۸۸) سچی بات یہ ہے کہ حلول۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود سے بنے ہوئے "اتحاد ثلاثہ کے اس نظریہ کو ایجاد کر کے ابن عربی اور دوسرے صوفیاء نے توحید، رسالت، آخرت، نیکی وبدی، عذاب وثواب، جنت وجہنم وعبد ومعبود، خالق ومخلوق کے سارے قرآنی مفہوم بدل ڈالے۔ اور اپنی

اصلی منزل متعیّن کرلی۔وہ منزل ذاتِ خداوندی سے اتصال پیدا کرکے مقامِ اُلوہیت کے حصول کے علاوہ کوئی اور نہیں۔اس سے کم پر اُن کے کسی حوصلہ مند کی نگاہ نہیں ٹھیری اور اس سیر وسلوک کے مرحلہ میں اگر کوئی مقام صحابیّت یا مقامِ نبوّت پر رُکا بھی تو اُس کو نشانِ راہ سمجھ کر۔عزم یہی رہا کہ ''اور آگے چلیں گے دم لے کر '' یہ تو اُن حوصلہ مندوں کا معاملہ ہے جو آگے بڑھے اور بڑھتے گئے لیکن جو کم ہمت آگے نہ بڑھ سکے انہوں نے بھی اپنے اندازِ نگاہ کو نہیں بدلا۔معیار ایک ہی رہا اور وہ یہ کہ بزرگ وہی ہے جو مقام خدائی تک پہنچ کے رہے اور بس۔

علی ہجویری صاحب نے کشف المحجوب نامہ کتاب مین اسی ''اتحادِ ثلاثہ'' کے ایک جزء ''وحدۃ الشہود'' (فنافی اللہ) کی ترجمانی کی ہے (حالانکہ دوسرے دونوں جزء بھی نام بدل کر اس کتاب میں موجود ہیں) اور اپنی کتاب اس نظریہ کی ایسی حکایات سے بھر دی ہے جن کا وجود قرآن وحدیث کے لئے بالکل اجنبی ہے۔یہ بات دینِ تصوف کے اماموں کی زندگیوں کے بیان میں پہلے گزر چکی ہے کہ بزرگانِ دین کس قدر عالم الغیب ومتصرّف فی الامور ہوا کرتے ہیں اب ایک واقعہ کا عکس آپ کے سامنے ہے اس کو بھی پڑھئے اور صاحبِ واقعہ کی بڑائی کی داد دیجئے۔

۱۵۔**حضرت ذوالنّون مصریؒ** فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر مصر سے جدہ روانہ ہوا۔ہمارے ساتھ ایک جوان خرقہ پوش بھی سوار ہوا میرے دل میں اس کے پاس بیٹھنے کی خواہش ہوئی مگر اس کی ہیبت سے ہمت نہ پڑتی تھی۔اس وجہ سے میں اس سے کلام بھی نہ کرسکا۔اس لئے وہ بڑا بزرگ تھا۔اس کی ایک ساعت بھی یادِ الٰہی سے غفلت میں نہ تھی۔ایک روز کشتی میں لوگوں میں سے کسی کی تھیلی سے ایک جوہر گم ہوگیا۔تھیلی والے نے اس جوہر کا الزام اس جوان خرقہ پوش کے سر لگایا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر آمادہ ہوگئے۔میں نے لوگوں کو روکا اور اس بہانے سے میں ان کے قریب ہوگیا اور گفتگو شروع کی۔جب میں نے لوگوں کی بدگمانی ان پر ظاہر کی اور بتایا کہ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ جوہر تھیلی سے آپ نے لیا ہے۔اب فرمائیں کیا کرنا چاہیے۔یہ سن کر اُس جوانِ باخدا نے آسمان کی طرف منہ کرکے کچھ فرمایا کہ میں نے دیکھا۔سمندر کی تمام مچھلیاں سطحِ سمندر پر آگئیں اور ایک ایک جوہر منہ میں لئے ہوئے تھیں۔آپ نے ایک ایک جوہر لے کر اس کو دے دیا جس کی تھیلی کا جوہر گم ہوا تھا کشتی کے سب لوگوں نے یہ کمال دیکھ کر آپ کی طرف عقیدت مندی کا مظاہرہ شروع کرنا چاہا۔انہوں نے اس کشتی سے پاؤں دریا میں ڈال دیا اور سطحِ آب پر چلنے لگے۔یہ جوہر چرانے والا ملاحوں میں سے ایک تھا۔اس نے گھبرا کر وہ جوہر دے دیا اور اہالیانِ کشتی شرمندہ ہوئے۔ (فوٹو:صفحہ ۴۲۰ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنف حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش)

کاملین کے تصرفات کا جب یہ عالم ہو تو کیوں نہ دنیا میں ان کی بڑائی کی دھوم مچے اور دلوں میں ان کے درجات کے حصول کی تمنائیں مچلیں۔اس واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ بھی پیش نظر رہے جو خاص علی ہجویری صاحب کے ساتھ پیش آیا ہے۔

ایک دفعہ میں نے دمشق کے درویشوں کے ساتھ ابن معلا کی زیارت کے لئے جانے کا قصد کیا۔یہ رملہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔راستہ میں ہم نے آپس میں باتیں کیں کہ کچھ دل میں سوچ کو چلو تا کہ وہ حضرت ہمیں ہمارے باطن سے مطلع کریں اور ہماری

مشکل حل ہو۔میں نے دل میں سوچا کہ مناجات ابن حسین کے اشعار ان سے سنوں۔دوسرے نے سوچا مجھے طحال کا مرض ہے یہ اچھی ہو جائے؛تیسرے نے کہا مجھے حلوہ صابونی ان سے لینا ہے۔جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے ایک جزو کاغذ جس میں اشعار مناجات ابن حسین لکھتے تھے میرے آگے رکھ دئے اور دوسرے کے طحال پر ہاتھ پھیرا وہ جاتی رہی تیسرے کو کہا حلوہ صابونی سپاہیوں کی غذا ہے اور تو اولیاء کا لباس رکھتا ہے اور اولیاء کے لباس والے کو سپاہیوں کا مطالبہ درست نہیں دو باتوں سے ایک بات اختیار کر۔ (فوٹو:صفحہ ۵۴۴ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش)

عناصر اور عناصر میں زندگی بسر کرنے والی چیزوں پر حکمرانی کی اس حکایت کے بعد پیر کامل کی غیب دانی اور اس کے دستِ شفاء پر نگاہ ڈالئے۔آپ کو یقین آئے یا نہ آئے بہر حال ایسی سینکڑوں حکایات صاحبِ کشف المحجوب نے لکھ کر ثابت کر دکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر وہ درجہ ملتا ہے کہ مالک و مملوک ٬ عبد و معبود اور غیب و شہادۃ کا فرق باقی نہیں رہتا کیونکہ اس ملاپ سے ایک ایسی ''قدر مشترک'' وجود میں آتی ہے جو کبھی بلند ہو کر خدائی کرتی ہے اور کبھی نزول فرما کر بندگی کا حق ادا کرنے میں لگ جاتی ہے یہی وہ بات ہے جو یوں کہی گئی ہے کہ ''گر حفظِ مراتبنہ کنی زندیقی'' (یعنی ہر چیز ہے تو ایک ہی ذات) مگر مرتبہ مرتبہ کی بات ہے اگر تو نے اس فرق کو ملحوظ نہ رکھا تو یہ زندیقی ہوگی) دراصل یہ ''قدرِ مشترک'' ہی وہ چیز ہے کہ خدائی جس کو سزاوار اور اُلوہیت جس کا حق ہے اسی لئے اس دین کے ماننے والوں کا ایک مقصد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ذاتِ الٰہی سے اتصال پیدا ہو جائے جنت اور جہنم کی ان کی نگاہ میں کوئی فرق وقعت نہیں ہوتی بلکہ یہ تو جنت میں آگ لگانے اور جہنم کی آگ کو بجھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الحدید آیۃ ۲۱) ترجمہ: دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے (الحدید آیۃ ۲۱) یاد رہے کہ اتحادِ ثلاثہ کا یہ نظریہ تسامح یا کسی لغزش کہ وجہ سے وجود میں نہیں آیا بلکہ یہ ایک سوچا سمجھا ٬بنایا سنوارا نظریہ ہے جو ان چار مشہور سلسلوں ہی کی نہیں ٬سارے سلسلوں کی اصل اور صوفیا کی طرف سے قرآن و حدیث کی توحید کا کھلا جواب ہے اس لئے حسین بن منصور حلاج سے جب شیخ ابو عمرو بن عثمان مکی نے دریافت کیا کہ تم کیا لکھ رہے ہو تو جواب ملا لہ قرآن کا جواب لکھ رہا ہوں یا جیسے شیخ عفیف الدین تلمسانی نے کہا کہ قرآن میں توحید کہاں ہے وہ تو پورے کا پورا شرک سے پُر ہے اور جس شخص نے قرآن کی پیروی کی وہ کبھی توحید کے بلند مرتبہ تک نہ پہنچ سکے گا کیونکہ قرآن و حدیث کی توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کوئی دوسری چیز شریک نہیں ہے۔اور تصوف کی توحید یہ ہے کائنات کی ہر چیز ذاتِ خداوندی کا حصہ ہے (لاموجود الا اللہ) چاہے وحدت الوجود کے نظریہ کے ماتحت یا حلول او روحدۃ الشہود کے اتصال و اتحادِ الٰہی کے زریعہ۔اسی طرح سے تصوف کی توحید کا مطلب اتحادِ خالق و مخلوق کے زریعہ ایک ایسی ذاتِ مرکب اور قدر مشترک کا وجود میں آنا ہے جو خالق و مخلوق دونوں کی صفات کی حامل ہو جب چاہے کبریائی کے تخت پر جلوہ افگن ہو اور جب مرضی میں آئے بندگی کے تقاضے پورے کرنے لگ

جائے۔ظاہر ہے کہ توحید کے اس تصور میں قرآن وحدیث کی توحید کا شائبہ تک نہیں قرآن کا الہ ''ایک'' یکتا ویگانہ اور اس دینِ طریقت میں ''اقدار مشترکہ'' کی ان گنت فوج قرآن اور حدیث کا دینِ توحید، بندگی الہِ واحد کی دعوت دیتا ہے اور تصوف کا یہ دینِ اتحاد، حصول خدائی و الوہیت کی طرف بلاتا ہے۔شیخ اکبر ابن عربی نے اپنے آپ کو صرف نظریہ کی حد تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اس نظریہ سے ظہور میں آنے والی انتہائی حدوں تک گئے ہیں اور درجۂ نبوت کے مقابلہ میں درجۂ ولایت کی برتری ثابت کر دکھائی ہے اور کہا ہے۔

مقامُ النبوۃِ فی برزخٍ فویق الرّسولِ و دون الولی

ترجمہ: نبوت کا مقام بیچ میں ہے .رسول سے کچھ اوپر اور ولی سے نیچے

اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ خاتم الانبیاء کے مقابلہ میں ایک ولی زیادہ عزت والا، زیادہ افضل ہے اس کے بعد ایک قدم اور آگے بڑھایا اور ابو عبداللہ الحکیم الترمزی کے نظریہ ''ختم ولایت'' کو اپنا کر خاتم الاولیاء ہونے کا اعلان کر دیا اور کہا،

انا ختم الولایۃ دون شکٍ لورث الہاشمی مع المسیح

ترجمہ: میں بے شک خاتم الاولیاء ہوں کیونکہ مجھے ہاشمی ولایت کے ساتھ ساتھ مسیحی ولایت بھی حاصل ہے

یہ سب کچھ نظریۂ وحدت الوجود کی کرشمہ کاری ہے دراصل کہا یہ جارہا ہے کہ محمد ﷺ ذاتِ الٰہی کے ایک جزء ضرور ہیں مگر فرق مراتب کے لحاظ سے ذاتِ الٰہی کے مظہر ''افضل البشر'' کی شکل میں انہیں جگہ ملی ہے اس سے آگے کی راہیں آپ پر بند ہیں مگر ولی پر کوئی بندش نہیں وہ واصل بحق ہو کر شانِ خداوندی کے ساتھ ہر آن جلوہ فرما ہے اُس کا اتصّال براہ راست ذات خداوندی کے ساتھ ہے اور افضل الانبیاء و افضل البشر بہر حال ایک فرشتہ کے درمیانی واسطہ کا محتاج ہے۔

یہی بات امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) پہلے ہی کہ چکے تھے اور اس لئے انہیں کلمہ کی دو قسمیں کرنا پڑیں ایک عوام کا کلمہ اور دوسرا خواص کا جو واصل بحق ہو کر وحدت الوجود کے نظریہ کا اثبات کر چکا ہو۔آپ نے ''مشکوٰۃ الانوار'' نامی کتاب میں لکھا!

جس کا وجود غیر سے آیا ہے وہ مانگا ہوا وجود ہے اور اسے اپنی ذات میں کوئی قیام حاصل نہیں۔بلکہ جب اس کی ذات پر من حیث الذات غور کیا جائے گا تو وہ محض عدم ہوگا کیونکہ اس کا وجود غیر کی نسبت سے ہے اور یہ حقیقی وجود نہیں جیسا کہ کپڑے اور غنی کی مثال سے تم نے سمجھ لیا ہے۔معلوم ہوا کہ حقیقۃً موجود صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حقیقی نور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

(فوٹو:ترجمہ مشکوٰۃ الانوار صفحہ ۲۵ مصنفہ امام غزالی)

بات صاف ہوگئی کہ حقیقی موجود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اب اگر اس ایک موجود ہستی کا کوئی جُزء اپنے کُل سے آکر مل جائے تو کیا ایسا ملاپ ایک خصوصی ذات کو جنم نہ دے گا اور اسی لئے امام غزالی نے فرمایا کہ۔

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ عوام کی توحید ہے اور لَا ھُوَ اِلّا ھُوَ (نہیں مگر وہی) خواص کی توحید ہے، کیونکہ وہ عام ہے اور یہ خاص ۔اور یہ زیادہ شامل، زیادہ لائق، زیادہ دقیق ہے اور اس کے ماننے والے کو فردانیت میں زیادہ داخل کرنے والا ہے

مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت ہے۔ (فوٹو: ترجمہ مشکوٰۃ الانوار صفحہ ۳۱ مصنفہ امام غزالی)

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ" قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا کلمہ ہے اور یہی کلمہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی پڑھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پڑھنے کا حکم دیا تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اسی پر ایمان لائے تھے۔ اب رسول اللہ ﷺ۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین و تبع تابعینؒ اگر عوام ہیں تو پھر خواص کون ہوں گے۔ دیکھئے کیسے فیصلہ فرمادیا گیا کہ مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت ہے۔ یعنی خالق و مخلوق، عبد و معبود میں دوئی باقی نہ رہے۔ اب اگر آپ مخلوقات کی اس معراجِ فردانیت کی شان ملاحظہ فرمانا چاہیں تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے ملفوظات کی کتاب "امداد المشتاق" کو اپنے سامنے رکھئے اور پڑھئے۔

(۱۸۱) فرمایا منقول ہے کہ شبِ معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰؑ سے ملاقی ہوئے حضرت موسیٰؑ نے استفسار فرمایا کہ علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل جو آپ نے کہا ہے کہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالیؒ حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرۃ وغیرہ عرض کیا حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو۔ آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اسقدر پوچھا تھا ما تلک بیمینک یا موسیٰ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ ھی عصای اتوکاء علیھا واھش بھا علیٰ غنمی ولی فیھا ما رب اخری الآیہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ادب یا غزالی (حاشیہ) قولہ ادب یا غزالی اقول یہ کسی بزرگ کا کشف ہوگا اور یہ معراج جس میں مکالمہ ہوا نیز اُن بزرگ کو مکشوف ہوئی ہوگی جس میں ان ارواح کا اجتماع ہوگیا وہ معراج جسدی حضور کی مراد نہیں کہ البعد عن الابعد ہے اور کشفیات میں ایسے واقعات بعید نہیں کہ حقیقت اُن کی امثلہ ہوتی ہیں بعض حقائق کے ۱۲

(فوٹو: صفحہ ۹۲ امداد المشتاق مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

حاشیہ لکھنے والے صاحب مصیبت میں مبتلا ہوگئے بات بنائے نہیں بنتی کیونکہ امام غزالی ۴۶۰ھ کے قریب پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ میں وفات پائی اور معراج نبوی ﷺ ہجرت سے پہلے واقع ہوئی۔ اس طرح سے معراج کے واقعہ اور امام غزالی کی پیدائش کے درمیان کم سے کم چار سو ساٹھ (۴۶۰) سال کا فرق ہے یہ پیدائش سے پہلے معراج کے موقعہ پر پہنچ جانا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے یہ تو اُنہیں کا دل گردہ ہے جو مخلوقات کے معراج کی انتہا فردانیت تک پہنچ چکے ہوں اور پھر ان کی یہ فردانیت کرشمہ کاری کا کام سنبھال لے۔ دراصل جو اصل بحق ہوکر فردانیت کے مقام تک پہنچ گیا اس کے لئے حال کیا اور ماضی و استقبال کیا۔

مولانا جلال الدین رومی بھی اسی نظریہ کے علمبردار ہیں لیکن انہوں نے نبی ﷺ کو بھی اولیاء کے ساتھ ساتھ اُلوہیت میں درجہ دیا ہے اور مجدد الف ثانی صاحب کی طرح اُن سے آگے نکل جانے کی کوشش نہیں کی۔ ان دونوں حضرات کا بیان اور ان کے خیالات آپ کے سامنے ہیں مولانا روم فرماتے ہیں۔

بندۂ خود خواند احمدؐ در رشاد جملہ عالم رانجواں "قُل یا عباد"

یعنی تمام انسان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خود ہی اپنے محبوب احمد ﷺ کا بندہ قرار دیا۔ یہ سورۃ الزمر کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ترجمہ: اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ (الزمر ۵۳) اس طرح مولانا روم نے اپنے عقیدہ کے مطابق "عبادی" کی ضمیر اللہ تعالٰی کی بجائے نبی ﷺ کی طرف پھیر کر نظریہ وحدت الوجود کی حقّانیت کو ثابت کر دکھایا اور معنی یہ بتائے کہ اے نبی ﷺ اپنے اُن بندوں سے جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے کہ دیجئے کہ اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ گویا ہم اور آپ نبی ﷺ کے بندے ہیں۔ اور مفسّر قرآن حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے مولانا روم کی بات کے لئے دلائل بھی مہیا فرما دئے۔ اور امداد المشتاق میں لکھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی نے فرمایا۔

(۱۸۶) فرمایا کہ چونکہ آنحضرت ﷺ واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے فرمایا کی قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے آگے فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمة الله اگر مرجع اُس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تا کہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ ارشاد فرمایا اے وا۔

(فوٹو: امداد المشتاق صفحہ ۹۳ مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کے تائیدی دلائل ملاحظہ فرمائیے اور حاجی صاحب کا خوش ہو کر "اے وا" کہنا صرف یہی نہیں بلکہ اس وحدت الوجود کے نظریہ کو ایک بزرگ نے نجاست کھا کر عملاً ثابت کر دکھایا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

(۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوہ و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خزیر ہو کر گوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خزیر ہو کر گوہ کھالیا اقول اس معترض کی غباوت کے سبب اس تکلّف وتصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبۂ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں ۱۲ (فوٹو: امداد المشتاق صفحہ ۱۱۰ مؤلفہ حکیم الامت تھانوی صاحب ملفوظات حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی)

دیکھا آپ نے۔ ہر چیز کا ایک ہونا حقیقت کے لحاظ سے تو ہے ہی لیکن اگر کوئی سرکش شک پیدا کرے تو یہ اللہ والے تصرف کر کے یہ بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ احکام کے لحاظ سے بھی وحدت الوجود حق ہے۔

یوں تو احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی صاحب کا تفصیلی بیان بنوری صاحب کے والد صاحب کے سفر سرہند برائے زیارت قبر مجدد میں آئے گا لیکن یہاں یہ بات آ جانی مناسب ہے کہ ہر چند کہ آپ "وحدۃ الشہود" کے نظریہ کے علمبردار سمجھے جاتے ہے اس کے باوجود "وحدت الوجود" کے اعتقاد کو بھی ساتھ ہی ساتھ نباہتے جاتے ہیں آپ نے محمد ﷺ کو ذاتِ الٰہی کا ایک جُزء ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل مہیا فرما دئے ہیں کہ اگر کوئی ان کے قول میں تاویل کر کے قرآن و حدیث سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش بھی کرے تو اُس کے چھکّے چھوٹ جائیں ملاحظہ ہو فارسی عبارت کا ترجمہ۔

اور زمین و آسمان کو اُنہی کی طفیل پیدا فرمایا ہے کَمَا وَرَدَ۔ جاننا چاہئے۔ کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کیطرح

نہیں ۔ بلکہ افرادِ عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے خلقت من نور اللہ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت میسّر نہیں ہوئی ۔

(فوٹو: صفحہ ۲۶۶ ترجمہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مترجم حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم سلمۂ ربّہٗ)

جابرؓ سے منسوب اس موضوع رویت کے ذریعہ کس چابکدستی کے ساتھ ساتھ مجدّد صاحب نے نبی ﷺ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات کی شرکت ثابت فرمادی ۔ اہل کتاب نے بھی اپنے رسولوں کے لئے اس بات کی کوشش کی تھی مگر وہ نطفہ کا واسطہ لانے پر مجبور ہو گئے ہمارے اِن بزرگ نے کچھ اس طرح بلا واسطہ اور براہِ راست ذات کی شرکت کا ثبوت بہم پہنچایا کہ عقل حیران ہے۔ پھر مجدّد صاحب نے وحدت الشہود کے ماتحت اپنا فنافی اللہ ہونا کچھ اس شان سے واضح فرمادیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے ۔ ذاتِ الٰہی سے متصل ہو کر انسانیت کی ابتداء اور انتہا کا جو نظّارہ انہوں نے اپنی انکھوں سے کیا ہے وہ سننے اور یاد رکھنے کے لائق ہے ۔ ارشاد فرماتے ہیں ۔

اس فقیر کو بھی اللہ کے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے صدقے سے بعض اوقات یہ حالت پیش آئی ہے۔ اور میں نے ملائکہ کو عینِ سجود کی حالت میں پایا ہے جو وہ حضرت آدم علیہ السلام کو کر رہے تھے، کہ اب تک انہوں نے سجدہ سے سر بھی نہیں اٹھایا تھا۔ اور ملائکہ علیین کو جنھیں سجدہ کا حکم نہیں دیا گیا تھا اُن سجدہ کرنے والے فرشتوں سے الگ دیکھا کہ وہ اپنے مشہور (جس کا وہ مشاہدہ کر رہے تھے) میں فنا اور غرق ہیں۔ اور وہ تمام حالات جن کا آخرت میں وعدہ فرمایا گیا ہے، وہ سب اسی آن (گھڑی) میں دکھائی دیئے۔ چونکہ اس واقعہ پر ایک مدت گزر گئی ہے اس لئے میں نے احوال آخرت کی تفصیل بیان نہیں کی کیونکہ مجھے اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں رہا ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۱۸۸، ۱۸۹ ترجمہ مبداء و معاد مصنفہ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی صاحب مترجم مولانا زوّاری صاحب)

اللہ اللہ، ایک بات تو یہ ہوئی کہ فرشتے تخلیق آدم کے وقت سے لے کر مجدد صاحب کے زمانے تک سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ دوسری بات یہ کی حضرت نے اپنے اس مشاہدہ کے ذریعہ قرآن کی اُن دو آیتوں کی تصحیح فرمادی جو بیان کرتی ہیں کہ سارے کے سارے فرشتے سجدہ ریز ہو گئے ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (پس سجدہ کیا ملائکہ نے سب کے سب نے) الحجر آیۃ ۳۰ اور صورۃ ص آیۃ ۷۳) مجدد صاحب نے بتادیا کہ ملائکہ علیین حضرت آدم کو سجدہ کرنے والے ملائکہ میں شامل نہ تھے، ان کو میں نے بچشم سر دیکھا ہے، اور شُنیدہ کے بود مانندِ دیدہ ایک یقینی بات ہے پھر شاباش ہے اس کو جو اس حیات دنیا ہی میں غیب کا عینی مشاہدہ کرلے۔ جنت و دوزخ، حور و غلمان اس کی نگاہ کے سامنے ہوں، اور قابلِ قدر ہے وہ ذات جس کے سارے محمد ﷺ کو ایک الف (ہزار) سال بعد بھی یعنی الف ثانی میں عروج حاصل ہو ملاحظہ فرمایئے ۔

حقیقت کعبہ کے مقام مین حقیقتِ محمدی کا عروج: جاننا چاہئے کہ جس طرح کعبہ کی صورت چیزوں کی صورتوں کی مسجود ہے ۔ اسی طرح حقیقتِ کعبہ اُن چیزوں کی حقیقتوں کی مسجود ہے اور میں ایک عجیب بات کہتا ہوں، جو اس سے پہلے نہ کسی نے سنی اور نہ کسی بتانے والے نے بتائی، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے صرف مجھے بتائی اور صرف مجھ پر الہام فرمائی ہے اور وہ بات یہ

ہے کہ آں سرورِ کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے زمانہ رحلت سے ایک ہزار اور چند سال بعد ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ حقیقت محمدیؐ اپنے مقام سے عروج فرمائے گی اور حقیقتِ کعبہ کے مقام میں (رسائی پا کر اس کے ساتھ) متحد ہو جائے گی۔ اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جائے گا اور وہ ذاتِ ''احد'' جل سلطانہ کا مظہر بن جائے گی، اور دونوں مبارک نام (محمد واحمد) اس مسمی (مجموعہ حقیقتِ محمدی وحقیقتِ کعبہ) میں متحقق ہو جائیں گے اور حقیقت محمدی کا پہلا مقام (جہاں وہ اس سے پہلے تھی) خالی رہ جائے گا اور وہ اس وقت تک خالی ہی رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نزول فرمائیں گے، اور نزول فرمانے کے بعد شریعت محمدی علیہا الصلوات والتسلیمات کے مطابق عمل فرمائیں۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت محمدیؐ کے اس مقام میں جو خالی چلا آ رہا تھا استقرار پائے گی (یعنی قیام پزیر ہو جائے گی)

(فوٹو: ترجمہ مبداء ومعاد صفحہ ۳۰۵،۳۰۶ مترجم حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی)

زندہ باد۔ کیا خوب حقیقت محمدی ﷺ کو عروج حاصل ہوا۔ اس نے اپنے مقام سے عروج کیا اور حقیقتِ کعبہ کے مقام میں (رسائی پا کر اس کے ساتھ) متحد ہو گئی۔ اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو گیا اور وہ ذاتِ احدُ جل سلطانہٗ کا مظہر بن گئی اور دونوں نام (محمد واحمد) اس مسمیٰ (مجموعہ حقیقت محمدی وحقیقت کعبہ) میں متحقق ہو گئی اور حقیقت محمدی کا پہلا مقام جہاں وہ عروج سے پہلے تھی خالی رہ گیا اب قیامت کے قریب عیسیٰؑ نزول فرما کر اس خالی جگہ کو پر کریں گے۔ حضرت سمجھے بھی کچھ کہ کیا کہا مجددالف ثانی صاحب کا اصلی نام احمد تھا اور یہ سارا عروج وزوال اسی ایک نام کے گرد چکر کاٹ رہا ہے حسنِ اتفاق دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ہی کو یہ راز بتلایا اور اس سے پہلے کسی اور پر ظاہر نہ کیا اور دوسرا حسنِ اتفاق یہ کہ نبی ﷺ کے ایک ہزار چند سال بعد جو ہستی عالم وجود میں آئی وہ یہی بابرکت ذات احمد سرہندی مجدد الف ثانی صاحب کی ذات تھی۔ اب آپ ہی زحمت فرمائے اور کُبریٰ وصغریٰ ملا کر حقیقت احمدی کے سچے واقف کار بن جائیے۔ میرے طائر خیال کے تو پر جل جائیں گے۔ مجدد الف ثانی کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب ان کے والد شاہ عبدالرحیم اور نانا ابوالرضا محمد صاحب، غرض پورا خاندان ولی اللہی نظریہ وحدۃ الوجود، وحدت الشہود کا قائل ہی نہیں بلکہ علمبردار رہا ہے۔ ان سب کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم مسئلہ وحدت الوجود کو ثابت کرنا چاہیں تو قرآن وحدیث کے تمام نصوص وظواہر سے اس کا اثبات کر سکتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید صاحب بھی اسی مسئلہ کے اس قدر دلدادہ تھے کہ اس کے اثبات کے لئے ''عبقات'' جیسی کتاب لکھ ڈالی جو شروع سے لے کر آخر تک اسلامی عقائد کی نفی پر مشتمل ہے اور اپنے پیر سید احمد شہید کے املا پر ''صراط مستقیم'' نامی کتاب مرتب کی جو ''اکتابِ مقام الوہیت'' کے عملی طریقوں کی تعلیم سے پر ہیں ''تقویۃ الایمان'' جیسی کتاب میں بھی جو توحید کے مضامین پر مشتمل تھی وہ یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ یا عبدالقادر شیئاً للہ (اے عبدالقادر اللہ کے نام پر کچھ دو) تو کہنا صحیح نہیں ہے مگر یوں کہنا صحیح درست ہے کہ اے اللہ عبدالقادر کے واسطے سے عطا فرما۔ مجبور تھے، کیونکہ یہ سب ان کے بزرگوں کی تربیت کا نتیجہ تھا وحدۃ الوجود کا عقیدہ تو انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے دادا شاہ ولی اللہ صاحب وحدت الوجود کو اصل مانتے تھے اور فرماتے تھے کہ وحدت الشہود کا تصور آپ سے آپ وحدت الوجود

کے نظریہ میں شامل ہے اور یہ بھی کہ ابن عربی نے جو وحدت الوجود کا آفاقی نظریہ پیش کیا ہے اس میں وحدت الشہو د کا تصور موجود ہے فرماتے ہیں !

تو پہلے مزہب کا نام وحدت الوجود ہے اور دوسرے کا نام وحدت الشہو د ہے اور ہمارے نزدیک دونوں مکاشفے صحیح ہیں لیکن یہ کہنا کہ شیخ عربی نے وحدت شہودی اس معنی سے نہیں کہے۔ یہ سہو ہے بلکہ شیخ اور اتباع شیخ نے بلکہ حکماء نے بھی کہی ہے۔

(فوٹو:صفحہ ۷ فیصلہ وحدت الوجود والشہو د۔ محبوب الطابع دہلی، مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و تفہیمات الٰہیہ جلد اصفحہ

۱۹) شاہ عبدلرحیم صاحب والدِ ماجد شاہ ولی اللہ کی عظمت کا بیان

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی بزرگی کی حکایات ''انفاس العارفین'' نامی کتاب میں بیان فرمائی ہے ان میں سے ایک صفحہ کی حکایات اور ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ

نازولایت حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے جب فرزند عزیز صلاح الدین بیمار ہوا اور ہم نے اس کی زندگی سے ہاتھ دھو لئے تو میں نے کفن خریدنے اور قبر کھودنے کے لئے کہہ دیا۔ اچانک میرے دل میں جوش آیا اور ایک کونے میں جا بیٹھا۔ حد سے زیادہ گڑگڑا کر دعا مانگی فرشتے نے آ کر اس کی زندگی اور صحت کی بشارت دی، اسی دم وہ چھینکا اور اس کی زندگی لوٹ آئی۔

(فوٹو: انفاس العارفین صفحہ ۱۴۴ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب (ترجمہ سید محمد فاروق القادری ایم اے)

فرشتہ کا حاضر ہونا تو کوئی ایسی بات نہیں کہ مترجم صاحب نے آخری ٹکڑے کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا کہ ''کاتب حروف شاہ ولی اللہ'' اس قصہ کے وقت موجود تھا معلوم ایسا ہی ہوتا ہے کہ شاید شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس فرشتہ کو دیکھا اور اس کی بشارت سنی فرشتے تو بارگاہ قُدس میں حاضر ہوتے ہی رہتے ہیں اگر اقدارِ مشترکہ میں سے کسی کی خدمت میں کسی نے حاضری دی تو تعجب کیسا اور سنئے!

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ

ماورزاد ولی حضرت شاہ ولی اللہ کی پیدائش کا قصہ

حضرت والد ماجد جب ساٹھ سال کے ہوئے تو ان پر منکشف ہوا کہ تقدیر کے فیصلے کے مطابق آپ کے ہاں ایک اور فرزند پیدا ہو گا۔ بعض خاص یارانِ طریقت سے یہ بھی سننے میں آیا کہ آپ کو بشارت دی گئی تھی کہ وہ نومولود علمی اور روحانی بلند مقامات کو پہنچے گا۔ چنانچہ آپ کے دل میں شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ جب مخدومی شیخ محمد نے یہ ماجرا سنا تو وہ اس کوشش میں رہنے لگے کہ یہ بچہ اُن کی لخت جگر سے ہو۔ اس فقیر نے بعض ثقہ لوگوں سے سن رکھا ہے کہ جب اس شادی کی بات پکی ہو گئی تو بعض مخالفین اور منافقین نے کہا کہ اس عمر میں شادی مناسب نہیں رہے گی۔ حضرت والد نے ان کی باتیں سنی اور فرمایا کہ میری عمر کا ابھی کافی حصہ باقی ہے

اورلڑکے بھی پیدا ہوں گے۔ چنانچہ آپ اس شادی کے سترہ سال بعد زندہ رہے اور دو بچے بھی پیدا ہوئے۔فقیر (ولی اللہ) ابھی پیدا نہیں ہوا تھا کہ ایک رات حضرت والد ماجد نماز تہجد پڑھ رہے تھے اور میری والدہ بھی ان کے قریب تہجد میں مشغول تھیں۔نوافل کے بعد حضرت والد نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور والدہ آمین کہتی رہی۔اسی اثناء میں دو اور ہاتھ ظاہر ہوئے۔حضرت والد نے فرمایا۔یہ دو ہاتھ ہمارے بیٹے کے ہیں جو پیدا ہوگا۔وہ ہمارے ساتھ دعا مانگ رہا ہے اس کے بعد یہ فقیر پیدا ہوا اور سات سال کی عمر میں نمازِ تہجد میں والدین کا ساتھی بنا اور اسی خواب والی وضع میں ان دونوں کے درمیان ہاتھ اٹھائے۔ وھذا تاویلُ رویائی مِنْ قبلُ قد جعلَها ربّی حقا (فوٹو: اردو ترجمہ انفاس العارفین صفحہ ۱۴۵ مصنفہ شاہ ولی اللہ مطبوعہ العارف۔لاہور)

یحیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے خلاف بغیر دعا کے ۶۰ سال کی عمر میں بشارت کا ہونا کہ ایک فرزند پیدا ہوگا اور وہ فلاں فلاں بلند مقام تک پہنچے گا (مترجم صاحب نے فارسی عبارت کا پورا ترجمہ نہیں کیا اور لکھ دیا کہ علمی و روحانی بلند مقام کو پہنچے گا ظاہر ہے کہ اس ترجمہ میں علم غیب کو وہ زور نہیں جو فارسی عبارت میں ہے۔) دوسری بات اس واقعہ میں یہ ہے کہ حضرت عبدالرحیم شاہ کا اس کتاب میں یہ بیان بھی ہے کہ اس فرزند کہ بشارت بختیار کاکی کی روح نے ظاہر ہو کر انہیں اس وقت دی تھی جب وہ ان کی قبر کی زیارت کو گئے تھے ہوسکتا ہے کہ روح نے بھی بشارت دی ہو اور انہیں خود بھی کشف ہوا ہو۔

شاہ عبدالرحیم صاحب نے یہ فرما کر کہ ابھی میری کافی عمر باقی ہے اور لڑکے بھی ہوں گے۔اس کلیہ کو ختم کر دیا کہ کسی کو اپنی عمر اور اولاد کے بارے میں کل کی خبر نہیں۔پھر پیٹ کے بچے کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا باہر نکل کر دعا میں اٹھ جانا حیرت انگیز ہی مگر ہے تو امرِ واقعہ۔اس پورے واقعہ سے کیا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ شاہ ولی اللہ سے قبل ولادت ہی کرامات صادر ہونا شروع ہوگئی تھیں اس سے بڑی کرامت آگے واقعہ میں موجود ہے۔

اور شاہ ولی اللہ کا ماں کے پیٹ کے اندر سے بولنا

ترجمہ: قبل از پیدائش شاہ اہل اللہ کی بشارت۔نیز یہ فقیر ابھی ماں کے پیٹ میں تھا کہ اس وقت حضرت والد نے ایک بھکارن کو آدھی روٹی خیرات دی وہ جانے لگی تو پھر اسے واپس بلا کر باقی آدھی بھی دے دی اور فرمایا کہ بچہ جو پیٹ میں ہے کہ رہا ہے کہ خدا کی راہ میں ساری روٹی دینی چاہیے۔ایک دن جب یہ فقیر ابھی بہت کمسن تھا حضرت والا نے اہل اللہ کے نام سے کسی کو دو بار آواز دی۔ایک آدمی نے پوچھا حضرت والا کسے بلا رہے ہیں میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اہل اللہ اس کا بھائی ہے جو عنقریب پیدا ہوگا اس کا نام خود بخود میری زبان پر جاری ہوگیا۔

(فوٹو: انفاس العارفین صفحہ ۱۴۵ (ترجمہ سید محمد فاروق القادری ایم اے)

شاہ ولی اللہ صاحب کا اپنی ماں کے پیٹ سے اشارہ یا ارشاد اور ان کے والد صاحب شاہ عبدالرحیم کا اس کو سمجھ لینا اور کسی دوسرے کو معلوم نہ ہونا۔کیا یہ واقعہ باپ اور بیٹے کی کرامات کا شاہکار نہیں ہے، پھر شاہ ولی اللہ صاحب کے پیدا ہونے والے بھائی کو اہل اللہ کہ

کے پکارنا اور فرمانا کہ میرا بچہ اور ولی اللہ کا بھائی عنقریب پیدا ہوگا کرامت کیا معجزہ سے کم نہیں۔سورۂ لقمان کی آخری آیات کا کیا خوب جواب دیا ہے۔ اور ملاحظہ فرمائیے

توجہ کی کرشمہ کاری

کیا ہے جو اِن پہ عیاں نہیں ۔فرمایا محمد قلی اورنگ زیب کے لشکر کے ساتھ گیا ہوا تھا۔اس کے جانے پر کافی مدت گزر گئی اور اس کی طرف سے خیریت کی کوئی خبر نہ پہنچی اس کا بھائی محمد سلطان بہت غمگین ہوا اور مجھ سے التجا کی۔میں نے پوری قوت سے توجہ کی جنگی لشکر کا خیمہ خیمہ چھان مارا مگر کہیں نہ پایا مردوں میں ڈھونڈا تو بھی نہ دیکھا،شاہی لشکر کے آس پاس نظر دوڑائی تو دیکھا کہ بیماری سے صحت یاب ہو کر غسل کیا ہے اور گیروے رنگ کے کپڑے پہن کر کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور آنے کی تیاریوں میں ہے۔میں نے یہ سب کچھ اس کے بھائی کو بتا دیا۔چنانچہ دو تین ماہ بعد وہ آیا اور میری تمام باتوں کی تصدیق کر دی۔

(فوٹو:انفاس العارفین صفحہ۱۴۰،۱۴۱(ترجمہ قادری صاحب شائع کردہ المعارف لاہور)

بزرگوں کی ''توجہ'' کی برکات کے منکروں کے لئے یہ واقعہ ایک شدید ضرب ہے۔صحیح لکھا مترجم قادری صاحب نے کہ کیا ہے جو اُن پر عیاں نہیں۔اب انہی محمد سلطان کا دوسرا قصہ پیشِ خدمت ہے جو شاہ ولی اللہ صاحب کی موجودگی میں پیش آیا۔

انسانی عمر کا حیوان کی عمر سے تبادلہ

فارسی عبارت کا ترجمہ: کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ خواجہ محمد سلطان نے ایک گھوڑا لے رکھا تھا جو اس نے حضرت والد کو دکھایا آپ نے اسے تنہائی میں بلایا۔اس وقت یہ فقیر بھی وہاں موجود تھا اور فرمایا کہ گھوڑا خوب ہے مگر اس کی عمر تھوڑی ہے۔اس کی ایک بدزبان اور بدعادت بیوی تھی جس سے وہ تنگ آ چکا تھا عرض کی کیا ہی اچھا ہو کہ اس عورت کی زندگی گھوڑے کو مل جائے۔آپ نے متبسم ہو کر فرمایا ایسا ہی ہو جائے گا۔تین مہینے نہ گزرے تھے کہ اس کی بیوی مر گئی اور گھوڑے کو بیچ کر خوب نفع کمایا۔

(فوٹو:ترجمہ انفاس العارفین صفحہ۱۴۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (مترجم سید محمد القادری ایم اے)

''وحدت الوجوذ'' کے تصور کے علمبردار اس بزرگ نے اپنی ہوشربا کرشمہ گری سے اس نظریہ کا حق ہونا ثابت کر دکھایا ہے ورنہ ایک عام انسان میں یہ طاقت کہاں؟ ''منطق الطیر'' کا علم اگر سلیمان علیہ السلام کو دیا گیا تو یہ اللہ کا فضل،اس کی مہربانی تھی اب اگر کسی دوسرے کو جانوروں اور انسانوں کی عمروں کا علم مل گیا اور یہ قدرت بھی اسے حاصل ہوگئی کہ عمر کی مدت میں کمی یا زیادتی کر کے عمروں میں تبادلہ کرا سکے تو یہ بھی ایک فضلِ الٰہی ہے اس پر کسی کا چین بجبیں ہونا کیا معنی۔

اس کے بعد ارواح طیبہ کی حشر سامانی ملاحظہ فرمائیے۔ فارسی عبارت کا اردو ترجمہ:

تاثیر جذب ورقص حضرت والد ایک دفعہ قصبہ پھلت میں تھے عرس کے روز ایک بزرگ تشریف لائے قوالوں نے نغمہ چھیڑا تھوڑی دیر کے بعد فرمانے لگے۔شیخ ابو الفتح قدس سرہٗ کی روحانیت محفل میں آ کر رقص کر رہی ہے عنقریب ان کے جذب کے اثرات

اہلِ محفل پر طاری ہو جائیں گے تھوڑی دیر گزری کہ مجلس کا رنگ بدل گیا اور ہاؤ ہُو کے مستانہ نعروں سے محفل گونج اٹھی۔

(فوٹو: صفحہ ۱۱۶ ترجمہ انفاس العارفین مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

بزرگوں کے عرس (شادی) کے ذکر پر لوگ استہزاءً مسکرا دیا کرتے ہیں حالانکہ یہ ہمارے بزرگوں سے ثابت ہے صرف یہی نہیں بلکہ ان محفلوں میں گزرے ہوئے بزرگوں کی ارواح طیبہ تک آ کر رقص کیا کرتی ہے اور جذب و مستی کے آثار پوری محفل پر طاری ہو جاتے ہیں اور اہل محفل ہاؤ ہو کے مستانہ نعرے لگانے لگتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ خواص کا رقص و سرود ہے عوام کا ناچ گانا نہیں۔ کیا خوب ارشاد فرمایا مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے اپنی کتاب ''غبارِ خاطر'' میں کہ فقہا نے تشدد کر کے قضاءً غنا کو حرام کر دیا حالانکہ شرعاً یہ حرام نہیں ہے اور میں عرصۂ دراز تک ستار سے شوق کرتا رہا ہوں (صاحب ترجمہ سے اس اردو ترجمہ میں ایک غلطی ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ۔۔ روزِ عرس یکی از بزرگان آنجا رسید کا ترجمہ یوں ہو گیا ہے کہ عرس کے روز ایک بزرگ تشریف لائے۔ حالانکہ اصل ترجمہ یہ ہے کہ (حضرت ایشان پھلت میں تھے کہ) وہاں کے ایک بزرگ کے عرس کا دن آ پہنچا) شیخ ابوالفتح کی روح کے مقابلہ میں شیخ محمد پھلتی کی روح کی کارفرمائی بھی نظر میں رہنا چاہیے۔

مُردے نماز میں اقتداء کریں اور روحیں تعلیم دیں

(اردو ترجمہ) **فیوضِ اولیاء** حضرت والد گرامی جب کبھی مخدومی شیخ محمد قدس سرہٗ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھتے فرماتے کہ ان کی روح نماز میں میری اقتداء کرتی ہے اور مجھ سے معارفِ کسب کرتی ہے ایک دفعہ اس فقیر (ولی اللہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور بعض فیوض و معارف عطا فرمائے۔ پھر فرمایا مخدومی شیخ محمد قدس سرہٗ کی روحِ پُر فتوح نے مجھے حکم دیا ہے کہ فلاں کو کچھ معارف کی تعلیم دو۔ وہ تمام میں نے تمہارے سامنے بیان کر دئے ہیں۔

(فوٹو: صفحہ ۱۱۶ ترجمہ انفاس العارفین مصنفہ شاہ ولی اللہ مطبوعہ المعارف لاہور)

قبروں کی مجاورت سے لوگ منع کرتے ہیں اور اس کے خلاف حدیث نبوی ﷺ سے **دلیل** لاتے ہیں مگر اس حکایت سے صاف معلوم ہوا کہ قبر کے پاس بیٹھ کر اسرار و معارف کا مبارک اخز و تبادلہ بھی کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی کہ گزرے ہوئے بزرگوں کی روحیں نمازوں میں آ کر زندہ بزرگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتی ہیں اور کبھی کوئی حکم بھی دے جاتی ہیں اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ابن نُجیم نے جو کنز الدقائق کی شرح بحرالرائق میں تحریر کیا ہے کہ جو یہ مانے کہ مشائخ کی روحیں حاضر بھی ہیں اور اُن کو علم بھی ہے ''وہ کافر ہے'' غلط فتویٰ ہے ورنہ ایسے ہزاروں واقعات ہمارے بزرگوں نے بیان کئے ہیں۔

وفی البرازیة قال علماؤنا من قال أرواح المشایخ حاضرة تعلیم یکفر

ترجمہ: البزازیہ میں ہے کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور تعلیم بھی دیتی ہیں یا ان کو علم بھی ہوتا ہے ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی (عکس و ترجمہ بحرالرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم صفحہ ۱۲۴ جلد ۵)

اس واقعہ کے بعد روح کے آنے کے بجائے جسدِ عنصری میں بزرگ شہیدوں کا دنیا میں آنا۔شاہ ولی اللہ صاحب کی زبانی سنیئے۔

شہید کا جسدِ عنصری کے ساتھ اس دنیا میں واپس آنا اور غیب کی خبر دینا

اردو ترجمہ: **علوم اولیاء** : فرمایا کی میرے والد شہید شہادت کے بعد کبھی کبھار ظاہری شکل وصورت میں مجسم ہو کر میرے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور حال واستقبال کی خبریں سنایا کرتے تھے۔ایک دفعہ مخدومی برادر گرامی کی دختر کریمہ بیمار ہو گئی اس کی بیماری نے طول پکڑا۔انہی ایام میں ایک دن تن تنہا میں اپنے حجرے میں سو رہا تھا کہ اچانک والد شہید تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ کریمہ کو ایک نظر دیکھ لوں لیکن اس وقت گھر میں بہت سی دوسری مستورات آئی ہوئی ہیں۔ان کی موجودگی میں وہاں جانا طبیعت پر گراں گزرتا ہے تم ان مستورات کو ایک طرف کر دو تا کہ میں کریمہ کو دیکھ لوں!چونکہ اس وقت ان مستورات کا وہاں سے اٹھانا خلاف مصلحت تھا اس لئے میں نے ان کے اور کریمہ کے درمیان پردہ لٹکا دیا،اس کے بعد وہ اس طرح ظاہر ہوئے کہ کریمہ اور میرے علاوہ انہیں اور کوئی نہیں دیکھ رہا تھا کریمہ نے انہیں پہچان لیا اور کہا عجیب بات ہے لوگ تو ان کو شہید کہتے ہیں حالانکہ یہ زندہ ہیں فرمانے لگے بیٹی!اس بات کو چھوڑو تم نے بیماری میں کافی تکلیف برداشت کی ہے۔انشاءاللہ کل صبح کی اذان کے وقت تمہیں مکمل نجات مل جائے گی یہ بات فرما کر اٹھے اور دروازے کے راستے باہر نکلے۔میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا فرمایا تم ٹھہرو!اور پھر غائب ہو گئے۔دوسرے روز فجر کی اذان کے وقت کریمہ کی روح پرواز کر گئی اور اس نے ہر قسم کی تکلیف سے نجات حاصل کر لی۔

(فوٹو:صفحہ ۱۱۵،۱۱۶ ترجمہ انفاس العارفین مترجم القادری ایم اے)

اللہ اللہ کیا شان ہے اس پورے خاندان کی پانچ پانچ پشتیں اسی ایک اصلی رنگ کی مالک ہیں۔ایک طرف شاہ ولی اللہ کے والد اور دادا،دوسری طرف بیٹے اور پوتے اسمٰعیل شہید۔اس واقعہ کے زریعہ کیسے صریح الفاظ میں واضح فرما دیا کہ جو سورۃ المومنون میں آیا ہے کہ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (مرنے والوں اور اس دنیا کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک آڑ ہے) اس کی حیثیت ایک ''بداء'' سے زیادہ کچھ نہیں۔اسی طرح صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آیا ہے کہ شہداءِ احد جن جنت میں داخل کر دئے گئے اور وہاں ہر طرح کا عیش وآرام انہوں نے پالیا تو مالک نے ان سے کہا کہ کچھ اور چاہیے اس پر شہداء نے جواب دیا کہ مالک ہر چیز مل گئی اور ہر وعدہ پورا ہو گیا لیکن مالک ارض وسماء کا اصرار برابر باقی رہا یہاں تک کہ جب ان شہداء نے محسوس کر لیا کہ جب تک ہم کچھ طلب نہ کریں گے پروردگار عالم ہم سے برابر دریافت فرماتا رہے گا تو انہوں نے درخواست کی کہ مالک ہمیں ایک بار پھر دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ ہم پھر جہاد کر کے شہید ہوں اس جواب کے بعد مالک نے مزید اصرار نہ فرمایا اور جان لیا کہ ان کو کسی چیز کی بھی حاجت نہیں ہے لیکن یہ نہیں کیا کہ اپنی سنت کو بدل کر انہیں دنیا میں پھر واپس بھیج دیتا کیونکہ قرآن میں اس کا فیصلہ ہے کہ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (یعنی مرنے والے دنیا والوں کی طرف واپس نہیں لوٹ سکتے) شاہ ولی اللہ صاحب کے شہید دادا کی واپسی کے اس صریح واقعہ نے قرآن کے اس کلیہ کو بھی ختم کر دیا۔

شاہ صاحب کی اتباع میں حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی اپنے شہید پرداداکہ شہادت کے بعد اُسی رات اپنی پردادی کے پاس مٹھائی لے کر آنے کے واقعہ کی تصدیق فرمادی (اشرف السوانح جلد ا صفحہ ۱۲)

خیر یہ تو شہیدوں کا ذکر ہے اشرف علی تھانوی صاحب نے تو حکایت اولیا ءنامی کتاب میں یہ تک لکھ دیا ہے کہ قاسم نانوتوی صاحب بعدِ وفات جسدِ عنصری میں دیو بند آئے اور اس وقت کے مہتمم رفیع الدین صاحب سے فرمایا کہ محمود الحسن (اسیر مالٹا) آپس کے تنازعات میں کیسے مبتلا ہوگیا۔ رفیع الدین صاحب پسینہ پسینہ ہوگئے اور محمود الحسن صاحب کو بلا کر واقعہ بیان کیا تو انہوں نے رفیع صاحب کے ہاتھ پر توبہ کی (حکایت اولیاء حکایت نمبر ۲۴۷ صفحہ ۲۸۸، ۲۸۹ مرتبہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہوجانے والے کو موت نہیں آتی وہ تو صرف نقل مکانی کرتا ہے اس لئے جب چاہتا ہے پھر واپس آجاتا ہے۔

فرشتہ معمور وباء کا خدمت میں حاضر ہونا

موکّل وباء (اردو ترجمہ) فرمایا ایک دفعہ میں چند احباب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک طویل القامت پُر ہیبت شخص ہاتھ میں تیر کمان لئے ہوئے آیا اور مسنون طریق سے مجھے سلام کیا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر اس نے بتایا کہ میں وباء پر مقرر کیا ہوا فرشتہ ہوں عرصے سے آپ کی ملاقات کی خواہش تھی۔ آج ہمارے لشکر نے اس علاقے سے گزر کیا ہے۔ میں نے سوچا اچھا اتفاق ہے کہ آپ سے مل لوں۔ آج ہمیں فلاں جگہ سے کوچ اور فلاں مقام پر پہنچنے کا حکم ہے میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ آپ کے احباب اور معتقدین میں سے کوئی شخص بھی اس وباء میں ہلاک نہیں ہوگا اس کے بعد اس نے سلام کیا اور چلا گیا چنانچہ چند دنوں میں وباء بھی اس کے بتائے ہوئے علاقے میں منتقل ہوگئی اور معتقدین و احباب بھی محفوظ رہے۔

(فوٹو: صفحہ ۱۱۶ انفاس العارفین مترجم سید محمد فاروق القادری ایم اے ملفوظات شاہ عبدالرحیم صاحب والد شاہ ولی اللہ مصنفہ شاہ ولی اللہ) دیکھا آپ نے فرشتوں کا شوقِ ملاقات اور بارگاہ قدس میں حاضری کی تمنا اور اندازِ بشارت۔ اب دوسرا واقعہ سنئے:

موتِ اختیاری (اردو ترجمہ)۔ فرمایا ایک دن تنہا میں اپنے حجرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور مجھے کہنے لگا کہ اگر تم چاہو تو ابھی اس دنیائے دوں سے دارالآخرت کی طرف منتقل ہو سکتے ہو اور اگر چاہو تو کچھ عرصہ بعد۔ میں نے جواب دیا۔ ابھی کچھ کمالات اور منازل حاصل کرنا باقی ہیں اور میں ان کی امید میں ہوں۔ کہنے لگا اچھا تمہاری مرضی کے مطابق تمہاری موت مؤخر کردی گئی ہے اس کے بعد وہ شخص واپس ہوا۔ میں نے اس کی پشت پر جڑے ہوئے مرصّع جواہرات دیکھے۔ یہ قصہ مختصراً بیان کیا گیا ہے

(فوٹو ترجمہ انفاس العارفین صفحہ ۱۱۷ مترجم القادری ایم اے)

نبی ﷺ کے پاس بھی فرشتہ آیا تھا اور یہ پیغام لے کر کہ آپ ﷺ چاہیں تو دنیا کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو مرحمت فرمادی جائیں اور آپ ﷺ دنیا میں رہیں۔ ہاں اگر آپ کو اپنے مالک سے ملاقات کی طلب ہو تو یہ بات اور۔ نبی ﷺ نے اپنے ربّ سے

ملاقات کوترجیع دی تھی۔شاہ عبدالرحیم صاحب نے اگر کمالات کے حصول کوترجیح دی تو ان کی مرضی۔لیکن ایک بات بہر حال ثابت ہو گئی کہ شاہ عبدالرحیم موت کے معاملہ میں اپنی مرضی کے مختار تھےاور فرشتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔آپ حیران ہوں گے کہ ایک ذات کے اندر اتنے بےشمار کمالات کیسے جمع ہو گئے تو اس کی وجہ بھی پیش نظر رکھئے:

فناءِ کلّی و غیبت تامّہ

(اردو ترجمہ) **شان عبدیت** والد گرامی فرماتے تھے کہ اوقات عزیز میں سے ایک وقت فنائے کلی اور غیبت تامہ میسر ہوئی تو دیکھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ میرے فلاں بندے کو ڈھونڈ لاؤ۔زمین میں تلاش کیا نہ پایا آسمان چھان مارے نہ ملا۔بہشت میں تلاش کیا نہ پایا۔اس پر حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کیا کہ جو بھی مجھ میں فنا ہوا وہ نہ آسمان میں ملے گا نہ زمینوں میں پایا جا سکے گا اور نہ ہی بہشت میں!

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین (اردو) صفحہ ۹۶ مطبوعہ المعارف لاہور)

معلوم ہوا کہ دراصل یہ عظمت، کبریائی اسی فناءِ کلی کا نتیجہ تھی۔یہ بات بھی نہ بھولئے گا کہ انفاس العارفین شاہ ولی اللہ صاحب کی آخری تصنیف ہے اور بقول علامہ عبیداللہ سندھی صاحب ''یہ شاہ ولی اللہ کے فلسفہ اور تصوف کی روح ہے''

(شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، مصنفہ عبیداللہ سندھی صفحہ ۲۱۵)

حضرت شاہ عبدالرحیم کی بزرگی کی داستان اس وقت تک بےرنگ رہے گی جب تک ان کے علم محیط کا ذکر نہ ہو جائے۔اس لئے ''ختامہ مسک'' کے پیشِ نظر یہ اظہار حقیقت بھی سامنے رہے۔

علم محیط

علم کلّی اوّل و آخر (اردو ترجمہ) **تصرفات و علومِ صوفیاء** ۔والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبے میں تھا کہ غیبت کی کیفیت طاری ہوگئی میرے لئے اسوقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا اور اس مدت میں آغازِ آفرینش سے روزِ قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔راقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کا گمان ہے کہ آپ نے یہ کلمات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ لا الٰہ الّا اللّٰہ کے حروف کا فاصلہ اتنے ہزار برس کا ہے واللہ اعلم۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین صفحہ ۹۵ مطبوعہ المعارف لاہور)

ترجمہ کرنے والے سید محمد فاروق القادری ایم اے صاحب بھی درازیٔ وقت غیبت سے دہشت میں آگئے ان کو بھی یقین نہ آیا، اس لئے شاید ''اربعین الف الف'' کا ترجمہ چالیس ہزار کر بیٹھے ورنہ اصل ترجمہ چار کروڑ سال ہے۔شاہ عبدالرحیم صاحب نے بالکل وہی بات فرمائی جو ابنِ عربی اور مجدد الف ثانی صاحبان اس سے پہلے فرما گئے تھے۔عروج کے ان واقعات کے بعد وہ واقعات بھی اپنے

سامنے رکھئے جو اس قدر مشترک کے نزول سے تعلق رکھتے ہیں۔

سجدۂ تعظیمی اور نذر و نیازِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے کیوں منع کیا

(اردو ترجمہ) **سجدہ غیر اللہ کی ممانعت** فرمایا ایک مرتبہ حضرت پیغمبر ﷺ کو بچشم حقیقت دیکھا۔ جب اس مظہر اتم میں صفات الٰہیہ کا کمال ظہور مشاہدہ کیا تو سجدے میں گر گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اظہار تعجب کے طور پر انگلی منہ میں دبالی اور اس شکل سے منع فرمایا: بار ہا دل میں آیا کہ اس صورت سے منع کرنے میں کیا نکتہ پنہاں تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انسان کو دو طرح سے سجدہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک اس صورت میں کہ اس کے معبود ہونے کا اعتقاد دل میں ہو اور یہ کفر ہے۔ دوسرا اس صورت میں کہ اس میں صفات الٰہیہ کے ظہور کا مشاہدہ کر کے سجدہ کیا جائے اور یہ مشابہت کفر کی وجہ سے ممنوع ہے لہٰذا اس باریک فرق کی بنا پر اس وضع سے آپ نے منع فرمایا۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین صفحہ ۱۰۶)

نبی ﷺ کو بچشم حقیقت دیکھنا اور آپ ﷺ کے اندر صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کے کمال کا نظر آنا اس لئے آپ ﷺ کے سامنے سجدہ میں گر جانا، پھر نبی ﷺ کا اظہارِ تعجب (ناراضگی نہیں) اور پھر یہ بات کہ صرف ایک باریک فرق کی وجہ سے سجدہ کا منع ہونا۔ نکتہ سنجی کی انتہا ہے۔ فجزاہ اللہ اتم الجزاء۔

نیازِ روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کی نیاز کی اشیاء کی بارگاہِ نبوی میں مقبولیت فرمایا کہ حضرت رسالتماب ﷺ کے عرس مبارک کے دنوں میں ایک مرتبہ اتفاقاً خزانہ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ میں کچھ طعام پکا کر آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کی نیاز دلوا سکتا۔ لہٰذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ کی نیاز دلوادی۔ اسی رات بچشم حقیقت دیکھا کہ انواع و اقسام کے طعام آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جا رہے ہیں اسی دوران وہ قند اور چنے بھی پیش کئے گئے۔ انتہائی خوشی و مسرت سے آپ ﷺ نے قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا ارشاد فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم فرمادیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس قسم کا قصہ اگلے بزرگوں سے بھی روایت کیا جاتا ہے مگر یہ قصہ بلا شبہ حضرت والد ماجد کا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ توارد ہو گیا ہو۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ شائع کردہ المعارف لاہور)

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں ہیں کہ نذر و نیاز نبی ﷺ بھی ناجائز اور حرام ہے کیونکہ یہ نذر غیر اللہ ہے اب یہ ان حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس حقیقت اور امر واقعہ کا جواب دیں جو شاہ عبدالرحیم صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی اس نیاز

سے انتہائی خوشی ومسرت ہوئی اور آپ ﷺ نے خود بھی اُسے تناول فرمایا اور اپنی بارگاہ کے حاضر اصحاب میں بھی تقسیم کئے جانے کا حکم دیا۔ مترجم القادری صاحب کی بھی عنایت کہ انہوں نے ''ایامِ وفات'' کا ترجمہ عرسِ مبارک کر کے اس متنازع فیہ بات (عرس) کی فضیلت کا فیصلہ فرما دیا خاندانِ ولی اللہی کی اُن مہربانیوں کے تزکرہ کا حق جو اس نے اس امت مسلمہ پر کی ہیں اس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا جب تک شاہ ولی اللہ صاحب کے تایا ابو الرضا محمد صاحب کا تزکرہ نہ کیا جائے خواجہ بایزید بسطامی کے تزکرہ میں ان کا ایک واقعہ پہلے آچکا ہے کہ حضرت نے رحمت اللہ موچی کو مار کر پھر زندہ کر دیا اب حضرت ابو الرضا محمد کے وسعتِ علم کا نظارہ کیجئے۔

روشن ضمیری (اردو ترجمہ) وسعتِ علوم اولیاء سننے میں آیا ہے آپ کا ایک خادم کسی بری عادت میں مبتلا تھا آپ نے اسے کئی بار اشاروں کنایوں میں تنبیہ فرمائی مگر وہ پھر بھی نہ چونکا اور نہ ہی اس عادت بد سے باز آیا. بالآخر حضرت شیخ نے اسے تنہائی میں بلا کر کہا تجھے بارہا اشاروں کنایوں سے سمجھایا مگر تو نے کوئی پرواہ نہ کی شاید تو سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بےخبر ہیں. قسم بخدا اگر زمین کے نچلے طبق میں رہنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی جو سو(100) خیالات آئیں، تو ان میں سے ننا وے (99) خیالات کو میں جانتا ہوں اور حق سبحانہ وتعالیٰ اس کے سو کے سو خیالات سے باخبر ہے، یہ سن کر خادم نے اپنی برائی سے توبہ کی۔

(فوٹو: ترجمہ انفاس العارفین (اردو) صفحہ ۲۰۵ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی ترجمہ سید محمد فاروق القادری ایم اے مطبوعہ المعارف لاہور)

کاش حضرت کسرِ نفسی نہ فرماتے ور اظہار حقیقت کر دیتے کہ سو کے سو خیالات سے میں باخبر ہوں. یہ ہیں دین اتحاد کی برکات کس میں یہ جرأت ہے کہ انکار کرے ابھی اس خاندان کی بزرگی کا تزکرہ ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا اس لئے ''درالثمین'' کے ڈیڈھ صفحہ کی ان چند احادیث کو پیشِ خدمت کرنا چاہتا ہوں جو ان چہل حدیثوں میں سے ہیں جو شاہ ولی اللہ صاحب نے خواب کی رو سے یا روح مکرم ﷺ کے مشاہدہ کی جہت سے جمع کی تھیں بعض ان حدیثوں میں سے ایسی ہیں جو بلاواسطہ ہیں اور بعض میں ایک یا دو واسطے ہیں یا اس سے زیادہ۔ ملاحظہ فرمائے:

بلا تبصرہ

پندرھویں حدیث (۱۵) ۔ میں نے جناب والد سے سنا کہ وہ بیمار ہوئے تو خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا کیف حالک یابنی بیٹا تیرا کیا حال ہے پھر شفا کی خوشخبری دی اور دو تار موئے مبارک ریش مکرم کے عنایت کئے اسی وقت وہ تندرست ہو گئے اور دونوں تار موئے مبارک جب جاگے تو موجود تھے ان میں ایک مجھے دیا وہ میرے پاس موجود ہے۔

سولھویں (١٦) حدیث ۔ جنابِ والد نے مجھے فرمایا کی درود شریف اس صیغہ سے پڑھا کرو اللھم صلّی علی محمد ن النبی الامی و آلہ و بارک وسلم اور کہا میں نے خواب میں پڑھا تھا آنحضرت ﷺ نے پسند کیا

ستر ویں حدیث(۱۷) مجھ سے بیان کیا جناب والد نے کی ہمیں خبر دی سید عبداللہ قاری نے کہ میں نے حفظ کیا قرآن شریف قاری زاہد سے کہ وہ بیابان مین رہتے تھے اس اثنا میں کہ ہم دَور کرر ہے تھے قرآن شریف کی کہ ایک قوم آئی عرب کی اُن کا سرداران کے آگے تھا قاری صاحب کی قرأت سنی اوراس سردار نے فرمایا۔ بارک اللہ تعالیٰ قرآن شریف کا تم نے حق ادا کیا پھر وہ تشریف لے گئے اور ایک اور شخص اُسی صورت میں آیا اور کہا کہ آنحضرت ﷺ نے کل شب کو فرمایا تھا ان لوگوں سے کہ تشریف لیجا ئینگے فُلاں نے بیابان میں قاری کی قرأت سننے کوتو ہم نے جانا کہ جوسردار قوم کے آگے آگے تشریف لائے تھے وہ نبی ﷺ تھے اور کہا میں نے بیشک دیکھا ہے انکو اپنی ان دونوں آنکھوں سے۔

اٹھارویں(۱۸)حدیث مجھ سے فرمایا جناب والد نے کہ میں نے ابتداءِ طلب میں ارادہ کیا ہمیشہ روزہ رکھنے کا پھر تر ددھوا اسمیں کہ علماء کا اسمیں اختلاف ہے تو میں نے توجہ کی طرف نبی ﷺ کے میں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ گویا مجھے روٹی عنایت کی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا الھدایا مشترک یعنی تحفہ میں اور بھی شریک ہیں میں نے اُن کے روبرو لے گیا انہوں نے اُس میں سے ایک ٹکڑا لیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا الھدایا مشترک میں ان کے سامنے لیکے حاضر ہوا انہوں نے بھی ایک ٹکڑا اس میں سے لے لیا پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا الھدایا مشترک پھر میں نے کہا کہ اگر روٹی تم نے آپس میں تقسیم کرلی تو اس فقیر کے پاس کیا رہے گا تو خاموش ہوئے حضرت عثمانؓ۔

انیسویں (۱۹)حدیث۔ جناب والد نے بیان کیا کہ ماہ رمضان شریف میں کہیں جانے کوسوار ہوا میں تو گرمی وتکلیف مجھے بہت ہوئی میں سوگیا اس حال میں تو زیارت ہوئی نبی ﷺ کی۔آپ نے کھانا لذیذ عنایت کیا کہ چانول اور قند اور گھی سے تیار ہوا تھا وہ کھایا اور سیر ہوا اور پانی سرد عطا فرمایا اُسے پیاسگی دفع ہوئی پھر جب جاگا تو نہ بھوک تھی نہ پیاس اور ہاتھوں سے زعفران کی خوشبو چلی آتی تھی۔

(فوٹو: دار الثمین صفحہ ۶،۷ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب)

اتحاد واتصال کی کارفرمائیں ملاحظہ فرمائیں کی احادیث کے سرمایہ کی کمہ کس خوبی کے ساتھ شاہ صاحب نے پوری کردی۔

تحدیثِ نعمت

مَشْهَدٌ آخَرُ (۳۲)مشہد نورارشادیت

میں جس وقت خانہ کعبہ کا طواف کررہا تھا تو میں نے اپنی ذات کے لئے ایک نورعظیم دیکھا کہ جس نے شہروں کو گھیرلیا، اور شہر والوں کو روشن کردیا، سو میں نے سمجھا، کہ قطبیت یعنی ارشادیت اسی نور سے ثابت ہوتی ہے جو منور ہے، اور سب پر غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں، اور ہر ایک شئے اس کے پاس آتی ہے اور یہ کسی کے پاس نہیں جاتا،

(فوٹو: صفحہ ۸۹ فیوض الحرمین مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

(یبهر اهلها" کا ترجمہ "شہر والوں کو روشن کر دیا" کیا گیا ہے مگر اصل ترجمہ شہروں کے رہنے والوں کو مبہوت کر دیا ہوگا)

معلوم ہونا چاہیے کہ "قطب ارشاد" کا مقام وہ بلند مقام ہے جس کے حصول کے لئے جان و مال غرض سب کچھ نچھاور کر دیا جائے تو کم ہے؛ یہی بات شاہ ولی اللہ صاحب سے پہلے مجدد الف ثانی صاحب تفصیل کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں اس بیان پر بھی نظر ڈالئے اور قطب ارشاد کے مرتبہ کو پہچانیئے ۔

نبی ﷺ کی جانب سے مجدّد الف ثانی صاحب کو قطب ارشاد کا منصب ملنا

اور اس فقیر کو اس مقام تک پہنچ جانے کے بعد جو اقطاب کا مقام کہلاتا ہے ہر دارِ دین و دنیا علیہ الصلوات و التسلیمات المبارکات و التحیات النامیات کی جانب سے قطبیتِ ارشاد کی خلعت عطا ہوئی، اور مجھے اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا

(فوٹو: صفحہ ۱۹۵ اردو ترجمہ مبدا و معاد ترجمہ سید زوار حسین نقشبندی مجددی مصنف امام ربانی مجدد الف ثانی)

اس کے بعد مجدد صاحب نے اس منصب کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھا:

قطب ارشاد کی مرکزی حیثیت

قطب الارشاد اور اس کا فیضانِ عام ۔۔قطبِ ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے، بہت ہی کم پایا جاتا ہے بہت صدیوں اور زمانوں کے بعد اس انداز کا کوئی جوہر ظاہر ہوتا ہے اور یہ دنیائے تاریک اس کے ظہور کے نور سے منور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ارشاد و ہدایت کا نور ساری دنیا کو محیط ہو جاتا ہے عرش کے دائرہ سے زمین کے مرکز تک جس کو بھی رشد و ہدایت، ایمان اور معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی کی ذات سے مستفاد ہوتی ہے۔ اس کے واسطے کے بغیر کوئی شخص بھی اس دولت تک رسائی نہیں پا سکتا۔ مثال کے طور پر اس کا نورہدائے ایک بحرِ بیکراں کی صورت میں پوری دنیا کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ دریا گویا کہ منجمد (جما ہوا اور بستہ) ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرکت نہیں۔ جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے۔ یا یہ کہ وہ بزرگ خود کسی طلبگار کے حال پر متوجہ ہو جائے تو اس توجہ کے دوران گویا کہ ایک سوراخ اس طلبگار کے دل میں کھل جاتا ہے اور اس راستے سے جس قدر توجہ اور اخلاص ہوتا ہے اسی قدر وہ اس دریا سے سیراب ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی ذکرِ الٰہی جل شانہ کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز بزرگ کی طرف متوجہ نہیں ہے لیکن اس کی یہ بے توجہی کسی انکار کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ بزرگ کو پہچانتا ہی نہیں ہے تو اسی اندازہ کی فیض رسانی اسے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ فیض رسانی پہلی صورت میں دوسری صورت سے زیادہ ہوتی ہے۔

قطب الارشاد کا انکار البتہ جو شخص اس بزرگ کا منکر ہو، یا اس بزرگ کو اس شخص سے کوئی گرانی ہو تو وہ کتنا ہی ذکرِ الٰہی تعالیٰ و تقدس میں مشغول رہا کرے لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہی رہتا ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس شخص کو فیض نہ پہنچانے کا کوئی ارادہ کر لے۔ یا اسے نقصان پہنچانے کا قصد کرے، اس کا یہ انکار ہی اس کے فیض کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا

ہے،ہدایت کی حقیقت اس کو حاصل نہیں ہوگی جو کچھ حاصل ہے وہ ہدایت کی صورت ہے۔بلا حقیقت کے صرف صورت سے لوگوں کو بہت کم نفع پہنچتا ہے۔

قطب الارشاد سے اخلاص اور جو گروہ اس بزرگ کے ساتھ اخلاص ومحبت رکھتا ہے خواہ وہ توجہ مزکور اور ذکر الٰہی تعالیٰ شانہٗ سے کتنا ہی خالی کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو بھی محض ان کی محبت کی وجہ سے رشد وہدایت کا نور حاصل ہوجاتا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (جولوگ ہدایت کی پیروی کریں ان پر سلامتی ہو)

(فوٹو: اردو ترجمہ سید مبدا ومعاد صفحہ ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱ مصنف مجدد الف ثانی مترجم زوّاری صاحب)

لِلّٰہ بتاؤ کہ آج کا قطب ارشاد کون ہے مبادا اس کی شان میں کوئی گستاخی سرزد ہوجائے، اور انسان کہیں کا نہ رہے۔یہ ہے قطب ارشاد کا مقام، اب لازم ہے کہ ہر مسلمان ہر وقت چوکنا رہے۔اس ایک بیان میں حقیقت وصورت وظاہر وباطن، توجہ والتفات، غرض وقائق ہی وقائق کا انبار لگا دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شاہ ولی اللہ کو دنیا اور آخرت کے مواخزہ سے بری کر دینا

واعطا نی العصمۃ من المواخزۃ دنیا واخرۃ فکن ما تجری علی من الشدائد فانما ھو من مقتضیات الطبیعۃ لا من باب المواخزۃ

ترجمہ: اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دنیا اور آخرت کے مواخزہ سے عصمت عطا فرمائی لہذا جو سختیاں بھی مجھ پر گزریں۔وہ مقتضیات طبیعت سے ہیں، مواخزہ کی وجہ نہیں

(فوٹو فیوض الحرمین صفحہ ۱۹۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

شاہ صاحب کے ساتھ یہ کوئی خصوصی سلوک نہیں ہے۔اسی کتاب میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ میرے والد اور تایا کے اوپر سے بھی اللہ تعالیٰ نے تکلیف اٹھالی تھی۔شاہ ولی اللہ صاحب کی ساری عظمت ومنزلت کے ذکر کے بعد ایک لطیفہ بھی سنتے جایئے۔اور وہ یہ کہ اہلحدیث حضرات جو اپنے آپ کو غیر مقلد کہہ کر فخر محسوس کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنا ہم مسلک اور پیشوا بتاتے ہیں۔شاہ صاحب کی کتابوں کا کبھی مطالعہ نہیں کرتے۔شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب قبر نبوی ﷺ پر حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے مجھے تین باتوں کی وصیت کی اور میں نے ان میں سے بعض کو فطرت کے علی الرغم تعبدی سمجھ کر مان لیا۔پہلی بات تسبب (اسباب مہیا کرنے) سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم تھا۔تیسری بات علیؓ کو فضیلت دینے کے بجائے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو افضل سمجھنا تھا اور دوسری بات یہ۔

نبی ﷺ کا شاہ صاحب کو چار مزہبوں کی تقلید کرنے اور اُن سے باہر نہ نکلنے کا حکم دینا اور اُن کا امرِ تعبدی سمجھ کر مان لینا

وثانیھا الوصاۃ بالتقلید بھذا المذاھب الاربعۃ لا اخرج منھا والتوفیق ما استطعت وجبلتی تابی التقلید وتالف منذ راساً ولکن شئی طلب منی التعبد بہ خلاف نفسی

اور دوسرا امر یہ ہے، کہ ان مذاہب اربعہ میں کسی ایک مذہب کے مقلد ہونے کی وصیت کہ میں ان سے نہ نکلوں اور تا بمقدور ان کی موافقت کروں، اور میری سرشت تقلید کا انکار کرتی تھی اور اس سے روگردانی کرتی تھی لیکن ایک شئے مجھے میری نفس کے خلاف باعتبار تعبد کے طلب کی گئی تھی۔

(فوٹو صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸، فیوض الحرمین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب)

شاہ ولی اللہ صاحب نے تو نبی ﷺ کی وصیت سنا کر مسلکِ اہلحدیث کی بالکل نفی ہی کر دی۔ یہ بات بھی خیال میں رکھئے کہ نبی ﷺ نے شاہ ولی اللہ صاحب کو تقلید کے ساتھ ساتھ اسباب نہ اختیار کرنے اور اولاد کے لئے اپنے پیچھے کچھ غم نہ کرنے کا جو حکم دیا تھا وہ یوں ہی نہیں تھا بلکہ نبی ﷺ نے گویا شاہ صاحب کے بچوں کی زمہ داری اپنے سر لے لی تھی جیسے حکیم الامت اشرف تھانوی صاحب کی مرتب کی ہوئی کتاب ''حکایت اولیاء'' کی حکایت نمبر ۵ میں آیا ہے اور جو محمد ذکریا کاندھلوی صاحب اور مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریک اور اصرار پر ۱۳۴۸ھ میں لکھی گئی۔ اس بات کا کتاب کی تمہید میں ذکر کیا گیا ہے۔ حکایت کا عکس آپ کے سامنے ہے۔

حکایت (۵) حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو مقتضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد تھا۔ اسی وقت جنابِ رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ (تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری) پھر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ مولینا نے فرمایا کہ شاہ صاحب کی اولاد عالم ہوئی۔ اور بڑے مرتبوں پر پہنچی۔ جیسے بھی صاحب فضل وکمال ہوئے ظاہر ہے (از تحریرات بعض ثقات) (منقول از اضعافہ مولوی محمد نبیہ صاحب در اشرف التنبیہ)

(فوٹو: حکایت صفحہ ۲۸ حکایت اولیاء مرتبہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

کیا اب حضرت رشید گنگوہی صاحب کی بیان کردہ روایت پر بھی شک وشبہ کی گنجائش ہے۔

قاعدہ ہے کہ انسان دنیا میں آتا ہے کچھ صبحیں، کچھ شامیں گزارتا ہے، کچھ دن ورات بدلتے ہیں اور پھر ایک دن قبر کا تاریک گوشہ حصہ میں آتا ہے۔ وہاں کیا ہوتا ہے۔ کیا بیتتی ہے۔ ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ معلوم کرے۔ شاہ صاحب نے اس کا طریقہ بھی بتلا کر تسکین قلب کا سامان مہیا فرما دیا ہے۔

کشف قبور کا عملی طریقہ

ذکر کشف قبور جان کہ ذکر کشف قبور کیواسطے اول جب مقبرہ میں آئے دوگانہ اُن بزرگ کی روح کیواسطے پڑھے اگر سورہ فتح یاد ہو پہلی رکعت میں پڑھے اور دوسری میں سورہ اخلاص اور نہیں تو ہر رکعت میں پانچ پانچ بار اخلاص پڑھے اور پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھے اور ایک بار آیۃ الکرسی اور بعض سورتیں جو زیارت کیوقت پڑھتے ہیں۔ جیسے سورہ **ملک** اور اس کے سوا بعدہٗ قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے بعدہ سات دفعہ طواف کرے اور اسمیں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے اور پھر پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے منہ کے بیٹھے اور کہے یا رب اکیس دفعہ بعدہٗ اول طرف آسمان کے کہے۔ یا روح اور دل میں ضرب کرے یا روح الروح جب تک کہ انشراح پائے یہ ذکر کرے انشاء اللہ تعالیٰ کشف

قبور وکشف ارواح حاصل ہوگا۔

(فوٹو: صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب)

قبر کے طواف اور میت کے پاؤں کی طرف رخسار رکھنے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا آج بھی جو قبر کا طواف ہو رہا ہے اور قبر کے پائنتی کو جو بوسہ دیا جا رہا ہے اس کی فضیلت کی یہ دلیل ہے۔

آخر میں حجۃ اللہ البالغہ سے ایک عکس آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں جو اس بات کا ثبوت مہیا کرے گا کہ اولیاء اللہ مرنے کے بعد ملائکہ کے ساتھ مل جاتے ہیں فرشتوں کی طرح ان پر بھی الہام ہوتا ہے۔ وہ بھی کاروبارِ دنیا کرتے ہیں جیسے فرشتے کرتے ہیں۔

اردو ترجمہ: بالکل اسیطرح انسان کا حال ہے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی میں کھانے پینے اور شہوت نفسانی اور اسیطرح کے دیگر طبعی تقاضوں کو پورا کرنے اور زندگی کے مختلف مراسم و معاملات میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کا قریبی تعلق ملائکہ سافل سے ہوتا ہے اور انہی کی جانب اسکو زیادہ سالان اور کشش ہوتی ہے۔ لہذا جب وہ مرجاتا ہے تو اس کے تمام جسمانی علاقے و تعلق ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اپنی اصلی طبیعت کیطرف عود کرآتا ہے اور پھر ملائکہ مین ملکر انہی میں کا ہوجاتا ہے اور انہی کی سی الہامات اسکو بھی ہونی لگتے ہیں اور ان کے جیسے کام بھی وہ بھی کرنے لگتا ہے (اور اسی طرح انکا دست و بازو بن جاتا ہے)

(فوٹو: صفحہ ۴۷ ترجمہ اردو حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مطبوعہ نور محمد کراچی)

شاہ صاحب نے بتلا دیا کہ اولیاء اللہ کی کیا شان ہوتی ہے عام مسلمین کو تو مرنے کے بعد صرف صبح و شام ان کی جنت کی بادشاہی دکھائی جاتی ہے اور بس۔ شہداء جنتوں کی زندگی میں کھاتے پیتے بھی ہیں اور چلتے پھرتے بھی مگر دنیا میں واپس نہیں آسکتے مگر یہ "اتحادی بزرگ" دنیا سے اپنے تعلق منقطع نہیں کرتے منقطع کرنا تو الگ رہا وہ تو اور قریب ہو کر فرشتوں کی طرح تکوینِ عالم کے معاملات کی زمہ داری سمبھال لیتے ہیں۔ اس واقعہ کے ثبوت میں حجۃ اللہ البالغہ کے مترجم صاحب نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ۔۔ چنانچہ جب روم اور روس میں سیپاسٹول کے قلعہ پر لڑائی ہوئی تو بہت سے اہل اللہ نے تہجد کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو تیر مارتے دیکھا چنانچہ اسی روز صبح کو لشکر اسلام غالب آیا

(حاشیہ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۴۷ مطبوعہ نور محمد کراچی)

یہ ہے وہ خاندان جس کا ایک ایک فرد تاریخ کے اوراق میں آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتا ہے۔ برصغیر ہندو پاکستان میں قرآن اور حدیث کا علم بھی انہی حضرات کے زریعہ پہنچا اور خوب پہنچا مگر یہ بات تو مفسرین اور محدثین نے بھی کی ہے۔ ایک بات جو مفسرین و محدثین نہ کر سکے اور جس کے لئے امت اس خاندان کی مرہونِ منت ہے وہ یہی "اتحادِ ثلاثہ" کا اثبات اور اس سے وجود میں آنی والی "اقدارِ مشترکہ" کے متعلق معلومات اور اطلاعات ہیں۔ برصغیر میں آج جہاں بھی جو دین پایا جاتا ہے اس کی انتہا اسی خاندان تک ہے۔ اہل حدیث ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور بریلوی دیوبندی حضرات ان کے خادموں میں آپ کو شمار کروانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ دل تو نہیں چاہتا کہ ان کے تزکرہ کو ختم کروں مگر مجبوری یہ ہے کہ ابھی عبدالحق محدث دہلوی صاحب اور خواجگانِ چشت

کا ذکر باقی ہے لیکن آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کا برملا اعلان مناسب ہے کہ یہ بزرگ ذاتیں چاہے کتنی ہی مشہور و معروف کیوں نہ ہوں مگر قرآن اور حدیث کے لحاظ سے انہوں نے دینِ حق کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے، توحیدِ قرآنی کے بجائے ''اتحادِ سبائی'' کو انہوں نے اپنایا ہے اور اسی فلفسہ کے نشان ہائے راہ کی رہنمائی میں آگے بڑھتے چلے گئے ہیں یہاں تک کہ خود بھی دینِ ابوبکرؓ و عمرؓ سے دور ہو گئے ۔ اور اپنے ساتھ ایک عالم کو اس سے دور کر دیا۔ یہ صرف اسی خاندان پر موقوف نہیں ہے بلکہ جو خانوادہ ہی نہیں، جو فرد بھی اس راہِ طریقت پر گامزن ہوا ہے آخر کار توحید کے بجائے ''اتحاد'' کی منزل پر پہنچ کر ہی اس نے دم لیا ہے بندگی کے بجائے خدائی کی ہوس نے اسے ہر آن دیوانہ رکھا اور ہر لحہ اس کی زبانِ حال حسین بن منصور حلاج کا یہی شعر گنگناتی رہی۔

کفرتُ بِدین اللہ والکفر واجب لَدیَّ وعند المسلمین قبیحٌ

ترجمہ: میں نے اللہ کے دین (قرآن وحدیث کے دین) سے کفر کیا اور میرے نزدیک کفر کرنا ہی واجب ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں ایسا کرنا بہت بُرا ہے)

سچی بات یہ ہے کہ اصلی دین تو اس برصغیر ہندو پاکستان میں کبھی آیا ہی نہیں وہ جو محمد بن قاسمؒ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس کے آثار بہت جلد مٹ گئے۔ اس ملک میں توتوحید کے ماننے والوں کے بجائے ذاتِ خداوندی کے ساتھ ''اتحاد'' کا عقیدہ رکھنے والے اہل طریقت نے قرآن وحدیث کے اسلام کو اپنے رنگ میں پیش کیا اور دینداری کے بعض ظواہر کے ذریعے اُسے ایسا کیا فلاج (CAMAUFLAGE) کیا کہ ایک عالم اس کے دام میں آ گیا۔ پھر خانقاہیں بنیں۔ ہا ہُو کی محفلیں گرم ہوئیں، قبریں اُونچی کی گئی، قبّے وجود میں آئے، عرس و میلوں کی دھوم مچ گئی، پیشانیوں میں سجدہ ہائے تعظیمی، اور جیبوں میں نذرانے مچلنے لگے قرآن و حدیث کی جگہ ملفوظات و مکتوبات، واردات نے لے لی ''حضرت'' فنافی اللہ ہو کر کبریائی کے سنگھاسن پر بیٹھے، اور اپنے پیچھے قیامت تک کے لئے خدائی کی ایک گدی اور کردگاری کی ایک میراث چھوڑ گئے۔ پھر کہیں جا کر اسلام کی شوکت پارہ پارہ ہوئی۔ عصمتوں کے کفنوں کے تار ہوا میں بکھرے۔ نونہالوں کے گرم وسیال خون کو دھرتی نے چوسا اور گلرنگ بنی۔ بستیوں سے دُھواں اُٹھا اور کھیتوں میں آگ لگی۔ سبائی فتنہ گروں نے یقینی کامیابی کی خوشی میں قہقہے لگائے، بالآخر اس اتحادی دین کی فتح اور اپنی ناکامی پر اسلام کا دمکتا ہوا چہرہ اتر گیا۔

دنیا والے زمانہ حال کے یہودی دماغ پر عش عش کرتے ہیں کہ کس طرح اُس نے سائنس کے کُلیّات، بدیہات تک کو زیر و زبر کر ڈالا، اور اپنے ایک سادہ سے فارمولے کے ذریعہ ثابت کر دکھایا کہ سائنس والوں کا صدیوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ مادّہ ناقابلِ تلف ہے اور یہ کہ مادّہ بہر حال مادہ ہی رہے گا تو انائی میں تبدیل ہو جائے ممکن نہیں، اس جرمن یہودی نے ثابت کر دکھایا کہ مادہ تلف ہو کر توانائی کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور یہ جو پہلے کہا جاتا تھا کہ سائنس کے لحاظ سے مادہ کی بربادی ممکن نہیں ہے اس لئے کائنات کا برباد ہونا، اور قیامت کا آنا بھی امرِ محال ہے یہ بات باقی نہ رہی اور سائنس کے لحاظ سے بھی قیامت کا وقوع ممکنات کے دائرہ میں آ گیا۔ شروع شروع میں اس بات کو ماننے میں تامّل ہوتا رہا لیکن جب جاپان کے دو شہروں نے صفحۂ ہستی سے مٹ کر اس کی

صداقت کی گواہی دے دی تو دنیا والوں کو ماننے بغیر چارہ نہ رہا۔ کس قدر سادہ تھی اس جرمن یہودی سائنس دان کی مساوات

(EQUATION) E=M.C2

(یا) ا=م س۲ (الف سے توانائی، م سے وزنِ مادہ اور س سے مراد رفتار روشنی)

لیکن حیف اس دنیا پر کہ اُس نے تیرہ سو برس (۱۳۰۰) پہلے گزرے ہوئے اس یمنی یہودی کی کچھ قدر نہ کی جس نے اس سے زیادہ سادہ مساوات کے زریعہ دو شہر نہیں دو عالم تہ و بالا کر ڈالے، قرآن وحدیث کے مقابلے کے لئے ایک ایسے اتحادی دین کی داغ بیل ڈالی جس نے تھوڑے ہی عرصہ بعد مکمل غلبہ اور پوری سرفرازی حاصل کر کے قرآن وحدیث کا راستہ روک دیا۔ وہ سادہ تر مساوات یوں تھی: خ = پ ا ۳ یعنی خدائی = پیر کامل × اتحاد ثلاثہ۔ پھر اس آفاقی فارمولے کے زریعے وہ بزرگ و برتر ذاتیں عالم واقعہ میں نمودار ہوئیں جن کی آج دھوم مچی ہوئی ہے۔ دہرے غم انہوں نے سہے کبھی خدائی کی دردِ سری انگیز کی اور کبھی بندگی کے دردِ جگر میں وہ مبتلا رہے، ان برگزیدہ ہستیوں کی تاریخ پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو کچھ یوں نظر آئے گا۔

پہلی صدی ہجری۔ ایسی ذاتوں سے خالی

دوسری صدی ہجری۔ حضرت ابراہیم بن الادہم۔ وفات ۱۶۲ھ حضرت رابعہ بصری وفات ۱۸۵ھ۔

تیسری صدی ہجری۔ حضرت معروف کرخی۔ وفات ۲۰۶ھ حضرت ذوالنون مصری۔ وفات ۲۴۵ھ حضرت سرّی سقطی بغدادی۔ وفات ۲۵۹ھ۔ حضرت بایزید بسطامی وفات ۲۶۱ھ حضرت ابوعبداللہ ترمزی وفات ۲۸۵ھ۔ حضرت جنید بغدادی وفات ۲۹۸ھ۔

چوتھی صدی ہجری۔ حضرت ابوبکر شبلی وفات ۳۳۴ھ۔

پانچویں صدی ہجری۔ حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری وفات ۴۶۵ھ۔ حضرت ابو اسمٰعیل ہروی وفات ۴۸۱ھ

چھٹی صدی ہجری۔ حضرت امام غزالی وفات ۵۰۵ھ۔ حضرت عبدالقادر جیلانی وفات ۵۶۱ھ۔ حضرت احمد رفاعی وفات ۵۷۸ھ

ساتویں صدی ہجری۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وفات ۶۳۳ھ۔ خواجہ بختیار کاکی وفات ۶۳۴ھ۔ محمد ابن عربی وفات ۶۳۸ھ خواجہ فریدالدین گنج شکر وفات ۶۷۰ھ۔ مولانا جلال الدین رومی وفات ۶۷۲ھ۔

آٹھویں صدی ہجری۔ خواجہ نظام الدین اولیاء وفات ۷۲۵ھ۔ امیر حسن بن علاء سنجری دہلوی المعروف بخواجہ حسن دہلوی وفات ۷۳۶ھ۔

نویں صدی ہجری۔ شاہ مدار وفات ۸۵۰ھ۔ شاہ مینا لکھنوی وفات ۸۷۰ھ۔

دسویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی ہجری کے شروع کا زمانہ خواجہ باقی باللہ وفات ۱۰۱۲ھ

گیارہویں صدی ہجری۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی وفات ۱۰۵۲ھ۔ حضرت مجدد الف ثانی وفات ۱۰۳۴ھ۔

بارہویں صدی ہجری۔شاہ عبدالرحیم وفات ۱۱۳۱ھ۔شاہ ابوالرضا محمد وفات ۱۱۰۱ھ۔شاہ ولی اللہ وفات ۱۱۷۶ھ۔

تیرھویں صدی ہجری۔شاہ عبدالعزیز وفات ۱۲۳۹ھ۔شاہ اسمٰعیل وفات ۱۲۴۶ھ وسید احمد شہید وفات ۱۲۴۶ھ،حضرت عبداللہ غزنوی وفات ۱۲۹۸ھ۔

چودھویں (موجودہ صدی) ہجری۔خاندانِ ولی الٰہی کے خدام یعنی جماعت دیوبند و بریلوی و اہل حدیث

یہ سارے حضرات جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے،دینِ اتحاد کے علمبردار تھے اور آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے قرآن وحدیث کے دین سے بالکل الگ،یکسر ممتاز،دینِ بندگی کے بجائے دینِ خدائی ہوسکتا ہے کہ اس اظہار حقیقت پر کسی کو بلاوجہ غصہ آجائے تو اُس کی خدمت میں عرض ہے کہ غم وغصہ جزباتی کیفیات ہیں ان کی وجہ سے حقیقت کا انکار کرکے زہر پر تریاق کا لیبل لگالینا کسی صاحب عقل کو زیب نہیں دیتا۔

دوسرا وار جو اس بیانِ حق کے خلاف کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس چودہ سو برس کے طویل عرصہ میں تم ہی ایک ایسے علامۂ دہر پیدا ہوئے ہو جو ماضی کے اس درخشاں ترین باب کو کتابِ زندگی سے بیک جنبش قلم نکال دینا چاہتے ہو تو ان کی خدمت میں عرض کرنا پڑے گا کہ حاشا! میں تو مقتدی ہوں امام نہیں۔امام تو وہ ہیں جن کے خلاف زبان کھولنے کا بھی کسی کو یارا نہیں۔سنو،یحیٰی بن سعید القطّان (۱۲۰تا۱۹۸ھ) کون اور کیا کہتے تھے انہوں نے اس نئے دین کی پہلی انگڑائی ہی کا عالم دیکھا تھا کہ اس کی حشر سامنیوں کے خوف سے لرزہ براندام ہوکر "الحذر۔الحذر" کا نعرہ لگانے لگے ملاحظہ فرمائیے:

قال محمد بن یحییٰ بن سعید القطان عن ابیہ قال لم نرا لصالحین فی شئی ءِ اکذب منھم فی الحدیث قال ابن ابی عتاب فلقیت انا محمد بن یحییٰ بن سعید القطان فسألتہٗ عنہ فقال عن ابیہ لم ترا اھل الخیر فی شیءِ اکذب منھم فی الحدیث قال مسلم یقول یجری الکذب علی لسانھم ولا یتعمدون الکذب (مقدمہ مسلم) ترجمہ: محمد بن یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ میرے باپ یحییٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے صالحین (صوفیاء کو اس زمانے میں صالحین اور اہل خیر کے نام سے پکارا جاتا تھا) سے زیادہ کسی کو حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا۔ابن ابی عتاب کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے محمد بن یحییٰ کی ملاقات ہوئی اور میں نے اس بات کی جو مجھ تک پہنچی تھی ان سے تصدیق چاہی۔انہوں نے کہا ہاں میرے والد فرماتے تھے کہ اہل خیر (صوفیاء) سے زیادہ تو کسی کو بھی حدیث کے معاملہ میں جھوٹا نہ دیکھے گا۔امام مسلم کہتے ہیں...... جھوٹ ان کی زبانوں پر بے ساختہ جاری ہو جاتا ہے چاہے جھوٹ بولنے کا ان کا ارادہ نہ بھی ہو۔(مقدمہ صحیح مسلم صفحہ ۱۳،۱۴ مصری)

ان کے بعد امام مسلمؒ (۲۰۴ھ تا ۲۶۱ھ) نے ان کی پیروی میں دنیا کو ہوشیار و خبردار کیا،اور ایک بھرپور وار کے ذریعہ اس نئے دین

کی جڑ پر ہی تیشہ چلا دیا۔لیکن اس ظالم کا بلاوا ایسا رنگین اور انداز ایسا ساحرانہ تھا کہ ایک پیش نہ چلی۔امام مسلمؒ کا کہنا یہ تھا کہ اس دین کو حسن بصریؒ کے ذریعہ ابوبکرؓ و علیؓ کے واسطے سے جو نبیﷺ تک پہنچایا جاتا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے اور اس کو انہوں نے محدثانہ شان سے واضح فرمادیا ہے:

حدثنی حسن بن علی الحلوانی قال حدثنا یزید بن ھارون اخبر نا ھمّام قال دخل ابو داؤد الاعمیٰ علی قتادۃ فلمّا قام قالو انّ ھٰذ یز عم انہ لقی ثمانیۃ عشر بدریًا فقال قتادہ ھٰذا کان سائلاً قبل الجارف لا یعرض فی شیءٍ من ھٰذا و لا یتکلّم فیہ و اللّٰہ ماحدثنا الحسن عن بدریٍّ مشافھۃ ولا حدثنا سعید بن المسیب عن بدریّ مشافھۃ الّا عن سعد بن مالک۔

(ترجمہ) امام مسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے حسن بن علی حلوانی نے بیان کیا اور ان کو یزید بن ہارون نے خبر دی اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ہمام نے خبر دی کہ ابوداؤد الاعمیٰ (نابینا) قتادہ (تابعی) کی محفل میں داخل ہوا۔جب وہ اٹھ کھڑا ہوا تو اہلِ مجلس نے کہا کہ یہ اس بات کا دعویدار ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابیوں سے ملاقات کی ہے۔قتادہؒ نے فرمایا یہ تو طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگا کرتا تھا اس کو اس علم سے کچھ بھی مَس نہ تھا اور نہ کبھی علم کے بارے میں کوئی بات کرتا تھا۔یہ کیا بدری صحابیوں سے ملاقات کرتا۔اس سے زیادہ سِن والے حسن بصریؒ اور سعید بن المصیب نے صرف ایک بدری صحابی سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاصؓ) کے علاوہ کسی دوسرے بدری صحابی سے حدیث سنکر ہم تک نہیں پہنچائی۔اس طرح سے قتادہؒ نے بتادیا کہ حسن بصریؒ اور سعید بن المسیّبؒ نے ابوبکرؓ اور علیؓ سے (جو دونوں بھی بدری صحابی ہیں) کچھ نہیں سنا اور اس طرح جو صوفیاء اپنے مذہب تصوف کو ابوبکرؓ و علیؓ کے ذریعہ نبیﷺ تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل جھوٹ ہے (مقدمہ صحیح مسلم صفحہ ۷ امصری)

وارکاری تھا مگر سخت جانی ایسی کہ الامان والحفیظ۔آخر کا جب یہ لالہ رُخ سیمیں بدن قیامتیں ڈھاتے ڈھاتے عہد شباب کو پہنچا تو ایک زاہدِ خشک بنام ابن تیمیہ (۶۶۱ ۷۲۸ھ) **(ابن تیمیہ کے عقائد کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب توحید خالص قسط دوم دیکھئے)** ۔ نے مردانہ وار تن تنہا میدان میں نکل کر مبارزطلبی کی پیترے بدلے گئے،وار ہوئے اور ایسا لگنے لگا کہ برسات کہ چاندنی راتوں کا یہ ماہِ نیم ماہ اب بدلیوں میں آیا۔اب آیا۔کہ دفعتاً ایک تیر قضا چلا اور قصہ ختم ہو گیا۔وہ دن اور آج کا دن ہے کہ کسی سر پھرے کو اس مہوش سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس تاریخی روداد کے بعد لازم ہے کہ ہم پھر اُن ہستیوں کے کارناموں کی طرف پلٹیں جن سے ہماری تاریخ کے صفحات رنگین ہیں،شاہ ولی اللہ صاحب نے جو اس برصغیر میں ایک جامع شخصیت کے مالک سمجھے جاتے ہیں ارشاد فرمایا کہ۔

کاتب الحروف (مصنفہ شاہ ولی اللہؒ) کہتا ہے کہ ہمارے اسلاف کا روحانی دستور یہ چلا آرہا تھا کہ ہر صدی میں طریقۂ چشتیہ کی نسبت کے حامل رہے ہیں اور اکثر و بیشتر ہر جانیوالا آنے والے کی بشارت دیتا رہا ہے اور یہ قصہ اسی طرح چلتا رہا ہے۔

(فوٹو: انفاس العارفین صفحہ ۳۷ (اردو) شائع کردہ المعارف لاہور)

اس لئے مناسب یہی ہے کہ شاہ صاحب کے ارشاد کے بموجب اب ہم حضرات چشتیہ کے فضائل کا قصہ چھیڑیں۔ اس خاندان کا سلسلہ ہندوستان کی سرزمین پر خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری سے شروع ہو کر خواجہ نظام الدین اولیاء تک اس شان سے پہنچا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی مرتبہ کتاب "انیس الارواح" کا پہلا واقعہ اپنے سامنے رکھئے جس میں انہوں نے خواجہ عثمان ہارونی اپنے پیر سے پہلی ملاقات کا ذکر فرمایا ہے۔

ذکر خواجہ عثمانی ہارونی کا بقلم خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

(۱) ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مسمی بہ انیس الارواح مرتّبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین . والعاقبة للمتقین . والصلاة علی رسوله محمد وآله واصحابه اجمعین ۔ اے عزیز خدا تجھے نیک بخت کرے کہ یہ وہ اخبار و آثار انبیا اور اسرار و انوار اولیاء ہیں جو کلمات اور انفاس متبرکہ سید العابدین بدر العارفین اکرم اہل ایمان وافر البر والاحسان حضرت شیخ معظم خواجہ عثمان ہارونی غفر اللہ لہ والوالدیہ سے سنے گئے اور اس رسالہ مختصر میں کہ موسوم بہ انیس الارواح ہے لکھے گئے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین جب کہ مسلمانوں کے دعا گو فقیر حقیر اضعف العباد معین الدین حسن سنجری کو خاص شہر بغداد مسجد خواجہ جنید بغدادیؒ میں دولت پابوسی حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ کی حاصل ہوئی تو اور مشائخ کبار بھی خدمت میں حاضر تھے سو جیسے ہی اس فقیر نے پابوسی کے لئے زمین پر سر رکھا تو ارشاد ہوا کہ جا دوگانہ نفل شکرانہ ادا کر بمجرد ارشاد حضور کے میں دوگانہ ادا کر کے حاضر ہوا پھر فرمایا روبقبلہ بیٹھ میں روبقبلہ ہو بیٹھا پھر فرمایا کہ سورہ بقر پڑھ جب میں پڑھ چکا تو حکم ہوا کہ اکیس بار درود اور اکیس بار سبحان اللہ پڑھ میں اس سے فارغ ہوا تو اُس وقت حضور نے کھڑے ہو کر منہ آسمان کی طرف کیا اور اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ آ تجھ کو خدا تک پہنچا دوں اور خدا رسیدہ کر دوں اس کے بعد ہی حضور نے دست مبارک میں مقراض لیکر اس دعا گو کے سر پر چلائی اور اپنی غلامی میں لیا پھر کلاہ چہار گوشہ اس عقیدت کیش کے سر پر رکھی اور اعزاز بخشا اور گلیم خاص عطا فرمائی اور فرمایا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا ارشاد ہوا کہ ہمارے خانوادہ میں ایک رات دن کا مجاہدہ آیا ہے جا آج کے دن اور آج کی رات ذکر میں مشغول رہ چنانچہ یہ درویش موافق حکم وارشاد حضور سراپا نور کے کامل ایک شبانہ روز طاعت اور عبادت میں مشغول رہا۔ دوسرے روز جو خواجہ نور اللہ مرقدہ کی خدمت بابرکت میں مشرف ہوا تو فرمایا کہ بیٹھ جا اور ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھ جب میں پڑھ چکا تو فرمایا کہ اوپر آسمان کیطرف دیکھ میں نے نظر کی فرمایا اب تو کہاں تک دیکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا عرش اعظم تک پھر فرمایا کہ زمین کی طرف دیکھ جب میں نے زمین کی طرف دیکھا تو پوچھا اب تو کہاں تک دیکھتا ہے میں نے عرض کیا تحت الثریٰ

تک۔پھر فرمایا کہ ایک ہزار بار سورۂ اخلاص اور پڑھ۔جب میں پڑھ چکا فرمایا کہ اب پھر آسمان کی طرف دیکھ۔جب میں نے دیکھا فرمایا اب کہاں تک دیکھتا ہے میں نے کہا حجاب عظمت تک۔پھر فرمایا کہ آنکھ بند کر میں نے آنکھ بند کر لی پھر فرمایا آنکھ کھول دے میں نے آنکھ کھول دی تو مجھ کو دو انگلیاں دست مبارک کی دکھلائی دیں۔اور فرمایا کہ اس میں کیا دکھلائی دیتا ہے میں نے کہا اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے ہیں۔جب میں نے یہ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ جا اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ایک اینٹ حضور کے سامنے تھی فرمایا اسے اکھیڑ لے جب میں نے اُسے اکھیڑ لیا تو اس کے نیچے کچھ روپیہ تھے فرمایا کہ ان کو لے لو اور فقیروں کو صدقہ دے جب میں صدقہ دینے سے فارغ ہو کر حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چند روز ہماری خدمت میں ملازم رہ میں نے عرض کیا کہ فرمانبردار ہوں جو ارشاد ہو بجالاؤں۔اس کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ نے خانۂ کعبہ کی جانب عزم سفر فرمایا اور یہ پہلا سفر ہے کہ دعا گو بھی اس میں حضور کے ہمراہ رکاب ہوا۔الغرض اثنائے راہ میں ایک شہر میں گزر ہوا۔وہاں مقربان خاص کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی کہ وہ اپنے آپے سے خبر نہ رکھتے تھے چند دن ان کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا کہ اس وقت تک عالم صحو میں یعنی حالت شہود و ہوشیاری میں نہیں آئے تھے۔پھر خانہ کعبہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں پہنچے اس جگہ بھی حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہ نے اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کے خدا کے سپرد کیا اور میزاب رحمت یعنی خانۂ کعبہ کے پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو کر اس فقیر کے حق میں دعائے خیر اور مناجات فرمائی اس وقت غیب سے آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کر لیا پھر وہاں سے واسطے زیارت روضۂ رسول ﷺ کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔جب زیارت روضۂ انور سے مشرف ہوئے تو حضرت خواجہ نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ اب تو حضور اقدس میں حاضر ہے سلام کر۔میں نے سلام عرض کیا روضۂ انور سے آواز آئی۔وعلیکم السلام اے قطب مشائخ بحر و بر جون ہی یہ آواز آئی حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ بس اب تیرا کام پورا ہو گیا پھر ہم بدخشاں میں آئے۔

(فوٹو: صفحہ ۴، ۵، ۶ انیس الارواح مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی ترجمہ غلام احمد بریاں)

پہلی ہی ملاقات اور پہلی ہی توجہ پر کیا کچھ نہ ہو گیا۔ع۔کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا۔یہ پابوسی یہ حضرت کے سامنے زمین پر سر رکھنا، یہ اوراد و وظائف اور آخر پہلی کا رپہلی نشست میں اللہ تعالیٰ تک پہنچا دینا، کوئی آسان بات ہے۔حج کے موقع پر سر پر قینچی چلا کر اللہ کی غلامی کے اقرار کی طرح حضرت عثمان ہارونی کا خواجہ معین الدین کے سر پر قینچی چلا کر اپنی غلامی میں لے لینا بھی ملاحظہ فرمائے، پھر کلاہِ چہار گوشہ کا سر پر رکھنا کہ اب چار ترک، اختیار کرنے پڑیں گے یعنی (۱) ترکِ دنیا (۲) ترکِ عقبیٰ (۳) ترکِ اکل (کھانا) و نوم (سونا) (۴) ترکِ خواہشِ نفس۔پھر ایک دن و رات کی ریاضت اور اس کے بعد یہ کمال کہ اوپر عرشِ اعظم اور نیچے تحت الثریٰ تک ہر چیز کا نظر آنا۔مزید ریاضت کے بعد حجابِ عظمت تک اور پھر دو (۲) انگلیوں کے درمیان اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) عالم۔"یا سلام"

اب جا کر تکمیل ہوئی۔مگر اکمل ہونا ابھی باقی تھا اس لئے مکّہ اور مدینہ کا سفر اور راستہ میں ان مقربین سے ملاقات جو تا حال سکر سے صحو میں نہیں آئے تھے۔پھر خانۂ کعبہ میں ندائے غیب کہ ہم نے معین الدین کو قبول کر لیا لیکن ابھی آخری قبولیت باقی تھی اس لئے

مدینہ آ کر روضہ رسولؐ پر ''السلام علیکم'' کہنا اور پھر روضہ رسولؐ سے آواز کا آنا کہ وعلیکم السلام اے قطبِ مشائخ بحروبر، اور اب کام کا پورا ہو جانا، یہ پورا واقعہ پڑھنے کے بعد بے ساختہ یہ مصرع نوکِ زبان پر آ گیا کہ شاید حضرت ۔ع۔ خدا کے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں۔

ذکر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا، قلم خواجہ بختیار کا کی کا، کتاب دلیل العارفین کی

خواجہ بختیار کا کی کی لکھی ہوئی کتاب دلیل العارفین کے ڈھائی صفحے تسلسل کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں۔ان میں خواجہ معین الدین سنجری چشتی اجمیری کے ملفوظات ہیں پڑھئے اور قہاری کی داد دیجئے:

اس کے بعد خواجہ ادام اللہ تقوٰہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ کل قیامت میں مومنین اور اولیاء، صادق اور مشائخ طریقت اور صدیقوں کو قبر سے اٹھائیں گے اور ان کی کملیاں ان کے کندھوں پر پڑی ہوں گی۔ ہر کملی میں سے سو ہزار ریشے لٹکتے ہوں گے بسو اُن بزرگوں کے مرید اور فرزند آ کر اُن کملیوں کے ریشوں میں لٹک کر کھڑے ہوں گے۔ جب تمام خلق حشر قیامت سے فارغ ہو جائے گی۔اس وقت حق تعالیٰ ان کو وہ قوت بخشے گا کہ فوراً پل صراط کے نزدیک پہنچ جائیں گے اور اس کملی کو وہ بزرگ اور ان کے مرید وفرزند پکڑ کے تیس ہزار برس کہ راہ قیامت کے عذابوں سے گذر کر پار اتر جائیں گے اور اپنے آپ کو بہشت کے دروازے پر کھڑا ہوا پائیں گے۔ زرہ بھر بھی سختی ان کو نہ پہنچے گی۔ جب خواجہ نے یہ فوائد تمام کئے تو تلاوۃ کلام اللہ میں مشغول ہوئے۔اور سب لوگ اور یہ فقیر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔الحمد للہ علی ذالك

مجلس ششم پنج شنبہ کے روز دولت پابوسی حاصل ہوئی۔شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی اور بھی چند درویش جامع مسجد بغداد کے اندر خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر تھے۔قدرت الٰہی کا ذکر چھیڑا۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت سے عالم میں تمام چیزیں پیدا کی ہیں اگر آدمی ان کے کنہ میں غور کرے تو ایک دم میں ہوش باختہ اور حواس پرگندہ ہو جائیں اور دیوانہ و مجنون ہو جائے اس کے بعد فرمایا کہ ایک وقت حضرت رسالت پناہ ﷺ نے اصحاب کہف کے دیکھنے کی آرزو کی فرمان آیا۔کہ ہم نے حکم کر دیا ہے کہ تم ان کو دنیا میں نہیں دیکھ سکو گے آخرت میں دیکھ لینا ہاں اگر تم چاہو تو میں ان کو تمھارے دین میں داخل کر دوں۔پھر آپ نے اپنے اصحاب سے ارشاد کیا کہ اس کملی کو لے جاؤ اور اصحاب کہف کے غار میں اس کو ڈالو۔اصحاب رسول ﷺ گئے اور اصحاب کہف سے سلام کیا۔حق تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تو جواب سلام کا انہوں نے دیا پھر یاران رسول ﷺ نے ان پر دینِ محمدی پیش کیا انھوں نے قبول کیا پھر خواجہ نے فرمایا کہ ایسی کونسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ اُس پر قادر نہیں ہے تو مرد کو چاہیے کہ اس کے حکموں میں زرہ بھی قصور نہ کرے کیونکہ ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے۔اس مقام پر خواجہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ ایک وقت میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک جماعت درویشوں کی بیٹھی تھی متقدین صوفیہ کے مجاہدات و ریاضات اور ان کے فوائد کا حال بیان ہو رہا تھا کہ اس اثناء میں ایک بڈھا ضعیف منحنی نہایت نحیف دراز عصا ٹیکتا ہوا آیا اور سلام کیا خواجہؒ نے جواب سلام کا دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو نہایت خوشی سے اپنے پہلو میں بٹھایا اس پیر مرد نے احوال کہنا شروع

کیا کہ آج تیس برس کا عرصہ ہوا کہ میرا لڑکا مجھ سے جدا ہے اور کہیں چلا گیا ہے اس کے مرنے جینے کی کچھ خبر تک معلوم نہیں اس کی دردجدائی سے میرا یہ حال ہے حضور کی خدمت میں آیا ہوں اور اس کے آنے اور صحت وسلامتی کے لئے فاتحہ واخلاص کی درخواست رکھتا ہوں۔ جب خواجہ عثمان ہارونیؒ نے یہ بات سنی تو مراقبے میں سر جھکایا تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس پیر مرد کے گم شدہ لڑکے کے آنے کے لئے فاتحہ واخلاص پڑھو جب آپ اور سب درویشوں نے فاتحہ واخلاص تمام کی پیر مرد سے کہا جاؤ اور ایک لحظے کے بعد اپنے لڑکے کو ہمارے پاس ملاقات کے واسطے لے آؤ۔ جوں ہی پیر مرد نے زبان مبارک سے یہ سنا فوراً روبرو خواجہ کے سر جھکا کے واپس گیا ابھی راستے ہی میں تھا کہ کسی نے پیر مرد کا ہاتھ پکڑ کے کہا مبارک ہو تمہارا لڑکا آ گیا خوشی خوشی گھر میں آیا اور لڑکے سے ملاقات کی اس پیر مرد کی آنکھیں ضعیف ہو گئی تھی لڑکے کو دیکھتے ہی روشن ہو گئی تھی اور الٹے پاؤں لڑکے کو لیکر خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لڑکے کو پابوس کرایا۔ خواجہ علیہ الرحمۃ نے اس کو اپنے آگے بلا کے پوچھا کہ میاں تم کہاں تھے اس نے کہا سمندر میں کشتی پر تھا صاحب کشتی نے پکڑ کر زنجیر سے جکڑ رکھا تھا آج میں اسی جگہ بیٹھا تھا کہ ایک درویش آپ کی شبیہ گویا آپ ہی تھے آئے اور میرے پاؤں کی زنجیر توڑ میری گردن زور سے پکڑی اور اپنے آگے مجکو کھڑا کیا اور فرمایا کہ اپنا پاؤں میرے پاؤں پر رکھ لے۔ اور آنکھیں بند کر جیسا ان درویشوں نے حکم کیا میں نے وہی کیا تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ آنکھیں کھول میں نے جوں ہی آنکھیں کھولیں تو آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔ اتنی بات کہنے پایا تھا اور چاہتا تھا کہ اور کچھ کہے حضرت شیخ الاسلام نے دانت کے نیچے انگلی دبا کر منع کیا کہ اب مت کہ پیر مرد اٹھا اور اپنا سر خواجہ کے قدموں پر رکھ کے فرمایا کہ الحمدللہ ابھی تک ایسے قدرت والے مُر ان خدا موجود ہیں مگر اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ سب خدائے عزوجل کی قدرت ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۸۱، ۸۲، ۸۳ مسلسل ''دلیل العارفین'' ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ترجمہ غلام احمد بریاں مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

اب کملیوں کا عمل آپ کے سامنے ہے کس طرح وہ اپنے ریشوں کے زریعہ دستگیری کریں گی اور ان ریشوں کے ساتھ بزرگوں کے مرید اور فرزند لٹکے ہوئے ہوں گے اور اسی طرح لٹکے لٹکے تیس ہزار برس کہ راہ جو پل صراط کو عبور کرنے کی راہ ہے چشم زدن میں پار کر لیں گے اور بہشت کے دروازہ پر جا کر کھڑے ہو جائیں گے

کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ یہ فقیر جوگلیوں میں گاتا پھرتا ہے کہ ۔

خدا خود کملی والے کا خدائی کملی والے کی

چاہے اصل کے لحاظ سے صحیح نہ ہو مگر کملی میں کوئی بات ہے ضرور۔

رہا یہ اصحاب کہف کا واقعہ تو اس میں بھی یہی ''کملی'' اپنی ساحری دکھا رہی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے اسلامی تاریخ کے اس عظیم الشان واقعہ کو بیان کر کے ثابت فرما دیا کہ ہر چند کہ اصحاب کرامؓ۔ تابعینؒ۔ تبع تبعینؒ۔ اور آئمہ محدثین نے جمع حدیث میں جان لڑا

دی ہے لیکن ابھی ایسی روایتیں بھی ہیں جو ان کے کانوں تک نہ پہنچ سکی تھیں ۔یہی واقعہ خواجہ نظام الدین اولیاء بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس میں کچھ اضعافہ بھی ہے اور اُن اصحاب کرامؓ کے نام بھی ہیں جن کو ہوا اُڑا کر اصحابِ کہف کے غار تک لے گئی تھی ملاحظہ ہو

پھر باری تعالٰی عزّ اسمہٗ (اس کا نام بلند ہو) کی قدرت پر گفتگو ہوئی اس بارے میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی ،ایک دفعہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ آرزو کی کہ آپ ﷺ اصحاب کہف کو دیکھیں فرمان الٰہی آیا کہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپؐ دنیا میں انہیں نہیں دیکھیں گے قیامت میں ان سے آپؐ کی ملاقات ہوگی.البتہ اگر آپ چاہیں تو ہم ان کو آپؐ کے دین میں لے آتے ہیں.اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ایک کمبل لائے اور چار آدمیوں سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک اس کمبل کا ایک ایک کونا پکڑے.ان چار میں سے ایک ابو بکر صدیق تھے.دوسرے عمر بن خطاب تیسرے علی بن ابی طالب اور چوتھے ابو زر غفاریؓ بعد ازاں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ہوا کو جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے بڑے کام کرنے کا حکم دیا تھا حاضر ہونے کے لیے بلایا.وہ ہوا حاضر ہوگئی اس کے بعد آپؐ نے اس ہوا سے فرمایا کہ اس کمبل کو ان چار اصحاب کے ساتھ لے جاؤ اور اصحابِ کہف کے غار کے دروازے پر اتار دو.ہوا اس کمبل کو ان چار اصحاب کے ساتھ اڑا کر لے گئی.اور انہیں اس غار کے دروازے پر اتار دیا.اصحاب نے باہر ہی سے اصحاب کہف کو سلام کیا.حق تعالٰی نے انہیں اس وقت زندہ کر دیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا بعد ازاں ان اصحاب نے ان کے سامنے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین پیش کیا.انہوں نے اس کو قبول کرلیا.الحمدللہ رب العالمین.اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ نے ۔۔۔اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے فرمایا کون سے چیز ہے جو خدا تعالٰی کے احاطۂ قدرت میں نہیں.

(فوٹو:صفحہ ۲۰۹،۲۱۰،اردو ترجمہ ''فوائد الفواد'' ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب.مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

دیکھا آپ نے خواجہ معین الدین چشتی صاحب کے بیان کردہ واقعہ کی تائید خواجہ نظام الدین اولیاء صاحب نے بھی کر دی اور تھوڑی تفصیل کے ساتھ.اس کے بعد گمشدہ لڑکے کا واقعہ ملاحظہ فرمایئے ۔خواجہ معین الدین چشتی کے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے کیا خوب کاروائی کی مراقبہ.فاتحہ.اخلاص.پھر ارشاد فرمایا جاؤ.ایک لحظہ کے بعد اپنے تیس برس سے گم رہنے والے لڑکے کو ہمارے پاس لاؤ چشم زدن میں فاصلے بھی طے ہوگئے.بچہ بھی آ گیا اور '' کُنْ فَیَکُوْن '' کا مسئلہ بھی اختتام کو پہنچا۔سبحان اللہ ۔یہ بات اگر خواجہ معین الدین چشتی نے آٹھویں صدی ہجری میں بیان فرائی ہے تو ان سے پہلے پانچویں ہجری میں علی ہجویری صاحب مصنف ''کشف المحجوب'' طیّ الارض کا واقعہ یوں بیان کر گئے ہیں:

حضرت ابو بکر وراق ترمزیؒ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت محمد بن علیؒ نے مجھے فرمایا.کہ اے ابو بکر وراق ہم تجھے آج ایک جگہ لے جائیں گے.میں نے عرض کی کہ حضور کا جہاں حکم ہو میں وہاں چلوں گا.چنانچہ حضرت محمد بن علی کے ساتھ چلا اور تھوڑی دیر چلا تھا کہ ایک جنگل نظر آیا جو بکٹ اور دشوار گزار تھا.اور اس کے اندر ایک زرّیں تخت بچھا ہوا دیکھا.اور ایک سبز درخت کے نیچے ایک

چشمہ جاری نظر آیا اور ایک بزرگ دیکھے جو اس تخت پر نہایت شاندار لباس میں تشریف فرما تھے۔

جب حضرت محمد بن علی ان کے نزدیک پہنچے تو وہ بزرگ اُٹھے اور آپ کو اس تخت پر بٹھا لیا تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہر طرف سے لوگ آنے لگے حتیٰ کہ چالیس آدمی اس جگہ جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے جو تختِ زرّیں پر جلوہ افروز تھے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ یکا یک کچھ کھانے کی چیز آ گئی۔ ہم سب نے اسے کھایا پھر حضرت محمد بن علی ترمزیؒ نے ان سے کوئی سوال کیا۔ انہوں نے بہت تفصیل سے اس کا جواب دیا مگر میں ان کی گفتگو کو بالکل نہ سمجھ سکا۔ اس کے بعد سب نے اجازت لی اور رخصت ہوئے۔ مجھے بھی حکم ہوا کہ تو بھی جا اب تو نیک اور سعید ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب ہم ترمز سے واپس آئے تو میں نے حضرت محمد بن علیؒ سے دریافت کیا کہ حضور وہ کون سا مقام تھا اور وہ تخت پر جو تشریف فرما تھے کون تھے فرمایا وہ مقام تیہ بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے۔

میں نے عرض کی حضور اتنی سی مدت میں ترمز سے بنی اسرائیل کے جنگل میں ہم کیونکر پہنچ گئے فرمایا ابوبکر تجھے پہنچنے سے کام تھا پوچھنے سے غرض نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ علامت صحتِ حال کی ہے نہ کہ سکر کی۔

پھر حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابولعباس سیاری اور حضرت ابوبکر واسطی اور حضرت محمد بن علی ترمزی رضی اللہ عنہم اجمعین اس امر پر متفق ہیں کہ کرامت بحالتِ صحو و تمکین ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ حالت سکر میں۔ اور یہ تمام کے تمام اصحابِ مذہب ہیں۔

اس لئے کہ اولیاء الٰہی مدیرانِ ملک اور احوال عالم کے خبردار اور تمام عالم کے والی ہوتے ہیں۔ اور نظامِ عالم ان کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ ہر قسم کے حل وعقد ان سے وابستہ ہوتے ہیں اور احکامِ عالم میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔ بنابریں یہ ضروری ہے کہ ان کی رائے تمام اہل الرائے پر فائق ہو اور تمام قلوب کے مقابلے میں مخلوق کے ساتھ ان کا دل شفیق تر ہو۔ کیونکہ یہ لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں اور ان کی ابتداء حال میں تلوین و سکر ہوتا ہے۔

اور جب ان کے حال کا بلوغ ہوتا ہے تو وہی تلوینِ تمکین کے ساتھ متبدل ہو جاتی ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری)

یاد رکھئے کہ اولیاء اللہ کہ یہ کرامتیں صحو کی حالت میں ہوتی ہیں سکر کی حالت میں نہیں پھر اولیاء اللہ کی شان ملاحظہ فرمائیے کہ نظام عالم ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں نظام عالم ہو۔ اس کے لئے زمان و مکان کی کوئی قید کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے یہ "اتحادی دیومالا وہ دیومالا" ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔

علم جغرافیہ کے متعلق بعض حقائق کا انکشاف اور اُن کا عینی مشاہدہ

اصحابِ کہف کے تاریخی واقعہ کے بعد کوہِ قاف کی جغرافیائی ہیئت کے متعلق انکشاف سنئے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے کہا کہ میرے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے:

اس کے بعد فرمایا کہ اس کوہ قاف کو ایک گائے کے سر پر رکھا ہے بزرگی اور کلانی اس گائے کی تیس ہزار سال کی راہ کی برابر ہے وہ گائے کھڑی ہوئی خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کر رہی ہے اور اس گائے کا سر مشرق میں ہے اور دُم مغرب میں۔ اس کے بعد شیخ عثمان

ہارونیؒ نے قسم کھا کے فرمایا کہ جس دن یہ حکایت زبان مبارک حضرت شیخ مودود چشتیؒ سے میں نے سنی تو شیخ مزکور نے مراقبہ میں سر جھکایا اور ایک اور درویش اُس وقت ان کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے بھی مراقبہ کیا اور یکبارگی دونوں صاحب خرقے کے اندر ہی اندر سے غائب ہوگئے پھر تھوڑی دیر کے بعد اس عالم میں واپس آئے تو اس درویش نے قسم کھا کے کہا کہ میں اور شیخ مودود چشتیؒ دونوں شخص کوہ قاف کے پاس تھے چالیس جہاں کہ خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمائے تھے اور وہ عالم غیب میں تھے۔ہم نے خوب معاینہ کیے۔ایک سرمو تجاوز نہیں نکلا۔اس مکاشفہ کا یہ سبب تھا کہ جس وقت شیخ مودود چشتی علیہ الرحمۃ یہ حکایت بیان فرماتے تھے میرے دل میں کچھ شک پیدا ہوگیا تھا جب شیخ نے یہ معاینہ کیا تو اس کو اس مکاشفے کے زریعہ سے دفع کر دیا تب حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والدین ادام اللہ تقواہ نے فرمایا کہ فقیر کو قوت باطنی ایسی ہی چاہئے کہ حکایت اولیاء میں جو کوئی سننے والا شک کرے تو وہ اس کو معاینہ کرادے۔اور قوت کرامت کو اُس پر جتاوے پھر ایک قصہ اپنا بیان فرمایا کہ ایک وقت دعا گو سمرقند کی طرف بطور سفر کے گیا تھا۔امام ابواللیث سمرقندی کے محلے کے قریب ایک بزرگ دانشمند مسجد بنواتے تھے اور کھڑے ہوئے بتارہے تھے کہ اس طرف محراب بناؤ اسی طرف قبلہ ہے یہ دعا گو بھی اُس وقت اُسی جگہ کھڑا تھا میں نے کہا کہ اس طرف نہیں دوسری طرف ہے بتایا کہ اسی طرف ہے۔ہرچند ان سے کہا انہوں نے ایک نہ سنی پھر تو اس دعا گو نے ان پر تف کیا اور ان کی گردن پکڑ کے کہا کہ دیکھو یہ سمت قبلہ ہے کہ نہیں جب انہوں نے خود کعبہ آنکھوں سے دیکھ لیا تو یقیناً جان لیا کہ ہاں یہی سمت قبلہ ہے۔

(صفحہ ۸۵،۸۶ دلیل العارفین ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مرتبہ خواجہ بختیار کاکی مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء ترجمہ غلام احمد بریاں)

کوہِ قاف کا ایسی عظیم الشان گائے کے سر پر ہونا جس کا سر مشرق میں، دم مغرب میں ہے اگر مان بھی لیا جائے تو مشرق ومغرب کی یہ دوری تیس ہزار سال کی مسافت کے برابر کیسے ہو جائے گی۔پھر یہ مراقبہ اور ایک شخص کو ساتھ لے کر یکا یک غائب ہو جانا، اور اپنے پیچھے دو خرقے (گدڑیاں) چھوڑ جانا، کمال کی معراج نہیں تو اور کیا ہے تھوڑی دیر میں کوہِ قاف ہی نہیں چالیس جہانوں کا سروے (SURVEY) کر کے واپس آجانا، پرانے زمانے میں ہوتا ہو تو ہوتا ہو، اس زمانے میں یہ تو بالکل انوکھی بات ہے۔پھر یہ ساری دوڑ دھوپ اس لئے کی گئی کہ ایک صاحب کے دل میں حضرت شیخ مودود چشتی کے عجیب بیان پر شک بارپا گیا تھا۔ظاہر ہے کہ اس ریب وشک کا دور کرنا اہل کمال پر لازم ہے۔

دوسرا قصہ خود خواجہ معین الدین چشتی کی اپنی قوت تصرف کا مظہر ہے کہ ایک بزرگ کی سمت قبلہ کی تصحیح ،قبلہ کو سامنے لا کر کر دی گئی۔بالکل اسی قسم کا واقعہ حکیم موسیٰ امرتسری صاحب نے کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب کے دیباچہ صفحہ ۵۶، ۵۷ پر دارا شکوہ کے سفینۃ الاولیاء صفحہ ۶۴ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت داتا صاحب لاہور تشریف لائے۔

تعمیرِ مسجد اور ایک کرامت

حضرت داتا صاحب قدس سرہٗ نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کروائی. داراشکوہ لکھتا ہے:

"انہوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی جس کی محراب دیگر مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل ہے. کہتے ہیں کہ اس وقت کے علماء جو لاہور میں موجود تھے اس محراب کی سمت کے سلسلے میں حضرت شیخ پر معترض ہوئے. چنانچہ ایک روز حضرت نے سب علماء کو جمع کیا اور خود امامت کے فرائض انجام دیئے اور بعد ادائے نماز حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھو کعبہ شریف کس سمت میں ہے؟ دیکھا تو حجابات اُٹھ گئے اور کعبہ شریف محراب کی سیدھ میں نمودار ہو گیا۔ ان کا مزار بھی ان کی مسجد کی سمت کے مطابق ہے"

(فوٹو: دیباچہ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری صاحب المعروف بداتا گنج بخش صفحہ ۵۶،۵۷)

غرض کہ یہ کمال ایک طرح کا ورثہ ہے کہ ایک دوسرے کو منتقل ہوتا رہتا ہے، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جب ہندوستان تشریف لائے تو لاہور میں انہوں نے حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش صاحب کے مزار پر مراقبہ کیا تھا. یہ اس کا فیض بھی ہو سکتا ہے؛ واللہ اعلم۔

خواجہ معین الدین چشتی کا ذکر نا تمام رہے گا اگر دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ان کے عالمِ واقعہ میں واپس تشریف لانے کا حال بیان نہ کیا جائے، اس لئے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب "امداد المشتاق" کا عکس آپ کے سامنے لایا جا رہا ہے:

چنانچہ ۱۲۹۹ھ میں جب میں (مولانا احمد حسن) حضور میں حضرت کے حاضر ہوا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اول اول مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا تین چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا انہوں نے باوجود وسعت انکار کیا مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کر لیا کہ اب قرض بھی نہ لوں گا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشت و برخاست دشوار تھی آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم واقعہ میں تشریف لائے. اور فرمایا کی اے امداد اللہ تم کو بہت تکالیف اٹھانے پڑے اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے ارشاد ہوا کہ اچھا تمھاری مرضی مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا کریگا تب سے بلا منّت دیگر مصارف روزمرہ چلتے ہیں.

(فوٹو: صفحہ ۱۱۰ امداد المشتاق مرتبہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب)

اس واقعہ نے دوسری واقعات کے ساتھ مل کر پیرانِ کامل کے عالم الغیب حاضر و ناضر، اور متصرف فی الامور ہونے کا قطعی ثبوت مہیا فرما دیا. فجزاہ اللہ اوفیٰ الجذاء

بات بہت طویل ہوتی جا رہی ہے، اس لئے اب کوشش کروں گا کہ اس خانوادہ کے باقی حضرات کے بہت ہی مختصر حالات بیان کروں۔

ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مرتبہ خواجہ فرید الدین گنج شکر. نام کتاب "فوائد السالکین"

خواجہ فرید الدین گنج شکر بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی محفل میں مختلف قسم کے ذکر ہو رہے تھے۔ پھر اس بات کا ذکر ہونے لگا کہ اگر مرید نفل پڑھتا ہو اور پیر اُس کو آواز دے تو وہ کیا کرے آیا نماز نفل توڑ کر جواب دے یا نہیں

خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ بقاہٗ نے زبان مبارک سے فرمایا کی بہتر یہ ہے کہ نفل ترک کرے اور جواب دینے میں مشغول ہو کہ اس میں ثواب بہت ہے۔فرمانے لگے کہ میں ایک مرتبہ نماز نفل میں مشغول تھا شیخ معین الدین ادام اللہ برکاتہ نے مجھ کو پکارا میں نے فوراً نیت توڑی اور عرض کیا حاضر ہوں فرمایا آؤ جب میں خدمت میں حاضر ہوا پوچھا کہ کیا مشغولی تھی عرض کیا کہ نماز نفل میں مشغول تھا۔میں نے آپ کی آواز سن کر اُسے ترک کر دیا اور آپ کو جواب دیا فرمایا بہت اچھا کیا یہ نماز نفل سے فاضل تر ہے کیونکہ پیر کے کام میں مستعد ہونا عین دین کے کاموں میں مستعد ہونا ہے۔پھر فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں شیخ معین الدین کی خدمت میں حاضر تھا اور اہل صفہ بھی موجود تھے اولیاء اللہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور بیعت کے لئے پابوسی کی آپ نے اس کو بٹھالیا اُسے عرض کی کہ میں مرید ہونے آیا ہوں فرمایا جو کچھ ہم کہیں گے کریگا اگر یہ شرط منظور ہے تو بے شک میں مرید کرلوں گا۔اس نے کہا جو کچھ آپ کہیں گے وہی کروں گا۔آپ نے فرمایا کہ تو کلمہ اسطرح پڑھتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک بار اس طرح پڑھ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔چونکہ راسخ العقیدہ تھا اس نے فوراً پڑھ دیا خواجہ نے اس سے بیعت لی اور بہت کچھ خلعت و نعمت عطا کی اور فرمایا میں نے فقط تیرا امتحان لیا تھا کہ تجھ کو مجھ سے کس قدر عقیدت ہے ورنہ میرا مقصود یہ نہ تھا کہ تجھ کو اس طرح کلمہ پڑھواؤں۔میں کون اور کیا چیز ہوں میں ایک ادنیٰ بندگان و غلامان محمد ﷺ سے ہوں۔حکم وہی ہے جو تو اول سے کہتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔اس بات تیری صدق عقیدت معلوم ہوئی اب تو میرا مرید صادق ہوا مرید کو ایسا ہی چاہیے کہ اپنے پیر کی خدمت میں صادق و راسخ ہو۔

(فوٹو:صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷، فوائد السالکین، ملفوظات قطب الدین بختیار کاکی مرتبہ خواجہ فرید الدین گنج شکر ترجمہ غلام احمد بریاں)

سبحان اللہ۔ بالکل ابو سعید بن المعلیٰؓ کے واقعہ کی طرح کا واقعہ خواجہ بختیار کاکی کے ساتھ پیش آیا صرف اس فرق کے ساتھ کہ ابو سعید بن المعلیٰؓ نبی ﷺ کے بلاوے کے باوجود نماز میں مشغول رہے اور جب نماز پوری کر کے آئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ نماز توڑ دینا چاہیے تھی۔کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے۔ اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں بلائیں)

کیا حرج ہے اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ اپنے شیخ کو بھی اُسی حیثیت کا مالک سمجھ لیا گیا کہ اس کی آواز پر بھی نماز توڑ دینی چاہیے۔لیکن مرید ہونے کے لئے آنے پر یہ پابوسی کچھ سمجھ میں نہیں آئی اور نہ امتحان و آزمائش کے لئے مرید سے اپنا کلمہ پڑھوانا **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه چِشْتِی رَسُوْل اللّٰه**۔ پھر مرید کو یہ کلمہ پڑھنے پر راسخ العقیدہ ہونے کی سند دینا اور کہنا کہ مرید کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔پھر خود کو بندگان محمد ﷺ میں شامل کرنا کسر نفسی کی انتہا ہے۔

پیرانِ کامل کے طواف کو کعبہ آتا ہے:

مجلس پنجم (۵) ماہ ذی الحجہ ۵۸۴ھ دولت پابوسی حاصل ہوئی۔حج کا ذکر چھڑ گیا۔قاضی حمید الدین ناگوری مولانا علاؤ الدین کرمانی

سید نور الدین مبارک غزنوی سید شرف الدین محمود موڑہ دوز مولانا فقیہ خداداد یہ ایسے لوگ موجود تھے کہ ہر ایک ان میں کا کامل تھا عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک اُن کے آگے کوئی چیز حائل نہ تھی. بڑے صاحب کشف و کرامات تھے. خانہ کعبہ کے مسافروں کا ذکر ہونے لگا. خواجہ قطب الاسلام فرمانے لگے کہ جو اللہ کے خاص بندے ہیں جب وہ اپنے مقام پر ہوتے ہیں تو خانہ کعبہ کو حکم کیا جاتا ہے کہ ان کے گرد طواف کرے. یہ فرماتے فرماتے آپ اور سب عزیز کھڑے ہو گئے اور ایسے عالم تحیر میں مستغرق ہوئے کہ اپنے آپے کی خبر نہ رہی. یہ دعا گو بھی عالم تحیر میں مشغول ہوا پھر سب نے ایسی تکبیریں کہیں جیسا کہ خانہ کعبہ کے طواف میں کہا کرتے ہیں غرضکہ سب تکبیر کہتے جاتے تھے. اور ہر ایک کے اعضا سے تازہ تازہ خون نکلتا تھا اور جو قطرہ زمین میں گرتا تھا اس سے تکبیر کا نقش بنتا چلا جاتا تھا. جب ہم ہوشیار ہوئے تو ہم نے کعبہ کو اپنے آگے دیکھا اس کا جیسا کہ ادب چاہیے بجالائے اور چار بار اس کے گرد طواف کیا. ہاتف غیب نے آواز دی کہ اے عزیز و ہم نے تمہارا حج و طواف اور نماز قبول کی اور ان لوگوں کی بھی ہم نے قبول کی جو تمہاری متابعت اور پیروی کریں. پھر خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ فرمانے لگے کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز ہر سال اجمیر سے خانہ کعبہ کو جایا کرتے تھے. آخر الامر جب ان کا کام کمالیت کے درجہ کو پہنچا تو جو حاجی حج کو جاتے وہ بیان کرتے کہ ہم نے خواجہ کو طواف کرتے دیکھا حالانکہ وہ یہیں معتکف ہوئے تھے پھر یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر شب خواجہ معین الدین خانہ کعبہ کے طواف کو جاتے تھے اور رات بھر وہیں رہتے تھے. فجر سے پہلے پہلے یہاں آجاتے تھے اور اپنے جماعت خانہ میں فجر کی نماز پڑھتے تھے پھر اسی محل پر آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے خواجہ معین الدینؒ سے انہوں نے شیخ عثمان ہارونی کی زبانی سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جب خواجہ مودود چشتی کو اشتیاق کعبہ غالب ہوتا تو فرشتوں کو حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ کو چشت میں پہنچادیں اور خواجہ کے آگے کردیں جب خواجہ اسے دیکھتے طواف کرتے نماز پڑھتے. پھر فرشتے اس کو اس کے مقام پر پہنچادیتے

(فوٹو: صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹ فوائد السالکین ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مرتبہ خواجہ فرید الدین گنج شکر ترجمہ غلام احمد بریاں مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

ایسے کاملین کا کیا کہنا جن کے درمیان عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک کوئی چیز حائل نہ ہو سکے۔ واہ۔ واہ۔ زبان سے نکلنا تھا کہ خانۂ کعبہ آموجود ہوا. عالم تحیّر ہی میں طواف اور تکبیریں شروع ہو گئیں اور اعضاءِ جسمانی سے خون پھوٹ بہا. پھر جو قطرہ بھی زمین پر گرا ''اللہ اکبر'' کا نقش بن گیا. جب ہوشیاری ہوئی تو خانۂ کعبہ موجود تھا اور ہاتف غیب سے صدا آرہی تھی کہ ہم نے تمہارا حج و طواف اور تمہاری نماز قبول کی. اور ان کی جو تمہاری متابعت کریں. خیر طواف و نماز وغیرہ قبول ہو جانا تو کچھ کچھ سمجھ میں آتا ہے لیکن بغیر عرفات کے وقوف کے یہ حج کیسے قبول ہو گیا اور یہ بھی کہ کعبہ اگر دہلی چلا آیا تھا تو مکہ میں طواف کرنے والے کیا کر رہے ہوں گے. ملاحظہ فرمایا کہ جب پیر کامل ہو جاتا ہے تو اس کی کیفیت کا کیا عالم ہوتا ہے. اجمیر میں معتکف مگر حاجیوں کے ساتھ حج کے مناسک ادا ہو رہے ہیں. پھر ہر رات کو خانہ کعبہ کا طواف اور صبح فجر کی نماز اجمیر میں. واللہ! تصرفات کی حد ہو گئی پھر خواجہ معین چشتی اجمیری کا فرمانا کہ میرے پیر خواجہ عثمان ہارونی نے خواجہ مودود چشتی کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ حسبِ اشتیاق کعبہ ان کے پاس لایا اور واپس لے جایا

جاتا تھا۔شاید کسی کو شک پیدا ہو کہ یہ سب کیسے ممکن ہے تو اس کے لئے عرض ہے کہ وہ ان اقدار مشترکہ و ذواتِ مرکبہ کو انسانوں پر قیاس نہ کرے ان کا تو مقام ہی اور ہے

اب اس سلسلہ کے ایک اور پیر کامل کی بزرگی و عظمت نگاہ میں رکھیے۔

ذکر خواجہ فرید الدین گنج شکر کا خواجہ نظام الدین اولیاء کی کتاب راحتہ القلوب کے زریعہ سے،

تاریخ دانی کا شاہکار، اور آہ و بکاَ اور ماتم داری کا ثبوت فرمایا خواجہ فرید الدین گنج شکر نے کہا جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا تو گویا اس نے سارے سال کا روزہ رکھا پھر آپ نے اسی محل پر فرمایا کہ عاشورہ کے دن جنگلی ہرن بھی رسول خدا ﷺ کے خاندان کی دوستی کے سبب اپنے بچوں کو دودھ نہیں دیتی پس کیا وجہ ہے کہ آدمی ہو کر روزہ نہ رکھیں۔پھر آپ نے فرمایا کہ بغداد میں ایک بزرگ تھا کہ اس کے آگے امیر المومنین حسین و حسنؓ کے شہید ہونے کا ذکر لوگ کر رہے تھے کہ اسے خاندان رسول اللہ ﷺ کی دوستی میں اپنا سر زمین سے دے مارا۔خون بہنے لگا پھر تھوڑی دیر کے بعد چکرا کر زمین پر گر پڑا جب لوگوں نے دیکھا تو وہ جاں دے چکا تھا۔اسی شب اس بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ امیر المومنین حسینؓ کے پاس کھڑا ہوا ہے۔پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔کہا مجھے بخشدیا اور کہا حسنین کے پاس رہا کر۔پھر آپ نے اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت معاویہؓ یزیدؒ پلید کو کندھے پر بٹھائے ہوئے لئے جا رہے تھے۔رسول خدا ﷺ نے تبسم کیا اور فرمایا سبحان اللہ۔دوزخی بہشتی کے کندھے پر سوار ہوئے جا رہا ہے۔جب یہ کلمہ امیر المومنین علیؓ نے سنا تو حال پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تو معاویہؓ کا لڑکا ہے دوزخی کہاں سے ہے۔کہا اے علیؓ یہ یزیدؒ وہ بدنصیب لڑکا ہے کہ جو میرے حسن و حسین اور میری ساری آل کو شہید کریگا۔حضرت علی کھڑے ہو گئے اور تلوار نیام سے نکال لی کہ میں اسے مارے ڈالتا ہوں۔آپ نے فرما اے علیؓ ایسا نہ کر خدا تعالیٰ کا حکم ایسا ہی ہے حضرت علی رونے لگے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ اُس وقت آپ تو سر پر ہوں گے فرمایا نہیں کہا یاروں میں سے کوئی ہوگا کہا نہیں۔کہا میں ہوں گا کہا نہیں۔کہا فاطمہ ہوگی ہونگی کہا وہ بھی نہیں۔کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے بچوں کی کون ماتم داری کرے گا کہا میری امت۔پھر حضرت علیؓ اور رسول اللہ ﷺ دونوں گریہ کرنے لگے اور دونوں شاہزادوں سے بغلگیر ہوئے اور نعرہ مارا کہ میں نہیں جانتا کہ اس دشت میں تمہارا کیا حال ہوگا۔اس کے بعد شیخ الاسلام زبان مبارک سے فرمانے لگے کہ جس روز امیر المومنین حسینؓ شہادت پائیں گے اس رات ایک بزرگ نے حضرت فاطمہؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کل انبیاء کی بیویوں کے ساتھ آئیں ہیں اور دامن مبارک کمر سے بندھا ہوا ہے دشت کربلا میں جہاں کہ امیر المومنین حسینؓ شہادت پاوینگے جھاڑو دے رہی ہیں اور اپنی آستین مبارک سے صاف کرتی جاتی ہیں انہوں نے پوچھا کہ اے خاتون قیامت اور اے بنت شفیع روز محشر یہ کیا مقام ہے جسے آپ اپنی آستین سے صاف کر رہی ہیں فرمایا یہ وہ مقام ہے کہ حسین میرا بیٹا یہاں سر دیگا اور شہادت پائیگا۔اس کے بعد اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے یہ حکایت پوچھی کہ جب ہم میں سے کوئی

بھی نہ ہوگا تو کون ان کی تعزیت کریگا کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت آپ کے فرزندوں کی تعزیت کرے گی اور ایسی ماتم داری کریگی کہ اس کی صفت بیان نہیں ہوسکتی ۔

(فوٹو:صفحہ ۲۰۶،۲۰۵ راحۃ القلوب ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء ترجمہ غلام احمد بریاں مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

اس واقعہ میں چند باتیں نوٹ کرنے کے لائق ہیں (۱) حسن و حسین عنہما کی دوستی میں اگر کوئی خودکشی کرلے تو وہ ان کے ساتھ رہے گا (۲) نبی ﷺ کے زمانے میں امیر معاویہؓ اپنے بیٹے یزید کو کاندھے پر لے نکلے، حالانکہ وہ اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ وہ تو نبی ﷺ کی وفات کے پندرہ سال بعد ۲۶ھ میں عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ (۳) حضرت علیؓ کا نبی ﷺ سے دریافت کرنا کہ پھر میرے بچوں کی ماتم داری کون کرے گا جب ہم لوگ نہ ہوں گے اور معاویہؓ کا بیٹا ان کو شہید کردے گا۔ جواب ملا۔ ''پوری امت'' اور یہ بات سچ ثابت ہوئی (۴) اسی وقت نبیؐ اور علیؓ کا آہ و بکا، گریہ و ماتم شروع کردینا اور نعرے لگانے لگنا غرض ہر چیز جس سے آپ ﷺ نے روکا تھا خود کرنے لگنا (۵) فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دشتِ کربلا میں انبیاء کی بیویوں کو ساتھ لے کر آنا اور شہادت کی جگہ کو آستین سے صاف کرنا اور فرمانا کہ حسین میرا بیٹا یہاں سر دے گا (۶) جبرائیلؑ کا خبر دینا کہ آپ کہ پوری امت ایسی ماتم داری کرے گی کہ صفت بیان نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح سے ساری وہ باتیں جن پر آج نکیر کی جاتی ہے زبان نبوت سے ثابت ہو گئیں۔ سبحان اللہ۔ دین اتحاد میں علیؓ کو مرکزی حیثیت دے دی گئی ہے اس لئے اصحابِ کمال باقی خلفاء کی کچھ زیادہ قدر نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو:

پیرانِ کامل کے اس خرقہ کی ابتدا شبِ معراج سے ہوئی

پھر کچھ خرقہ کا ذکر ہونے لگا آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ کو بھی شبِ معراج میں خرقہ ملا تھا اور آپ نے صحابہؓ کو بلا کر فرمایا تھا کہ میں نے اپنے پروردگار سے خرقہ پایا ہے مجھ کو حکم ہے کہ میں اس میں اس کو تم میں سے کسی کو دوں۔ اب میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ جو شخص تم میں سے جواب باصواب سے گا میں یہ خرقہ اسے دے دوں گا۔ اول آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے ابوبکر صدیقؓ اگر میں یہ خرقہ تجھ کو دوں تو کیا کرے۔ کہا یا رسول اللہ ﷺ میں صدق اختیار کروں اور خدا کی بندگی کروں۔ اور جو کچھ میرے پاس مال و منال ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں پھر آپ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ کہا میں عدل کروں اور بندگان خدا کے ساتھ انصاف کروں اور مظلوموں کی داد دُوں پھر آپ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا۔ کہا میں ایک دوسرے میں اتفاق کی کوشش کروں اور جو حق بات ہو اس کو بجا لاؤں اور حیا اور سخاوت اختیار کروں۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا انہوں نے کہا کہ میں پردہ پوشی کروں اور خدا تعالیٰ کے بندوں کا عیب چھپاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؓ لے یہ خرقہ میں نے تجھ کو دیا۔ مجھ کو حضرت عزت کا فرمان بھی یہی تھا کہ جو تیرے یاروں میں سے یہ جواب دے اسی کو یہ خرقہ دیجیو۔ یہ

حکایت فرما کر شیخ الاسلام آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ لفظ زبان مبارک پر لائے کہ **معلوم شد درویشی پردہ پوشی ست** یعنی یہ بات معلوم ہوئی کہ درویشی کے معنی یہ ہیں کہ بندگان خدا کی پردہ پوشی کرے۔

(فوٹو: صفحہ ۱۳۸ راحۃ القلوب ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیا ترجمہ غلام احمد بریاں مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

مسلم کی صحیح حدیث میں تو آ گیا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج میں مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں (۱) پانچ وقت کی نماز کا حکم (۲) خواتیم سورۃ البقرہ (۳) امتِ محمدیہ کے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہوگا ہلاک کر ڈالنے والے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے، ان تین باتوں کا تو ذکر ہے مگر یہ کہ آپ ﷺ کو خرقہ (گدڑی) بھی ملی تھی۔ اس کا ذکر رہ گیا۔ انہی باتوں کی وجہ سے امام مسلمؒ نے صوفیاؑ کے متعلق وہ بات کہی ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

خواجہ فرید الدین کا اپنے دادا پیر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے کشف قبور کا واقعہ بیان کرنا کہ کس طرح اُن کے پردادا پیر خواجہ عثمان ہارونی نے قبر میں پہنچ کر فرشتوں کی مار سے اپنے مُرید کو بچایا

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز کی یہ رسم تھی کہ جو کوئی ہمسایہ میں سے اس دنیا سے نقل کرتا اس کے جنازہ کے ساتھ جاتے اور خلق کے لوٹ جانے کے بعد اس کی قبر پر بیٹھتے اور جو ورد کہ ایسے وقت میں پڑھتے آئے ہیں پڑھتے پھر وہاں سے آتے۔ چنانچہ اجمیر میں آپ کے ہمسایوں میں سے ایک نے انتقال کیا دستور کے موافق جنازہ کے ساتھ گئے۔ جب اسے دفن کر چکے خلق لوٹ آئی اور خواجہ وہاں ٹھہر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھے شیخ الاسلام قطب الدینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ دمبدم آپ کا رنگ متغیر ہوا پھر اسی وقت برقرار ہو گیا۔ جب آپ وہاں سے کھڑے ہوئے تو فرمایا الحمدللہ بیعت بڑی اچھی چیز ہے شیخ الاسلام قطب الدین اوشیؒ نے اس کیفیت سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب اس کو لوگ دفن کر کے چلے گئے تو میں بیٹھا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے آئے اور چاہا کہ اس کو عذاب کریں۔ اسی وقت شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز ظاہر ہوئے اور کہا کہ یہ شخص میرے مریدوں میں سے ہے۔ جب خواجہ عثمانؒ نے یہ کہا تو فرشتوں کو فرمان ہوا کہ کہو یہ تمہارے برخلاف تھا خواجہ نے فرمایا بیشک اگر چہ یہ برخلاف تھا مگر چونکہ اس نے اپنے آپ کو اس فقیر کے پلے سے باندھا تھا تو میں نہیں چاہتا کہ اس پر عذاب کیا جائے فرمان ہوا کہ اے فرشتو۔ شیخ کے مرید سے ہاتھ اٹھاؤ میں نے اس کو بخش دیا پھر شیخ الاسلام آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمانے لگے کہ اپنے آپ کو کسی کے پلّے سے باندھنا بہت ہی اچھی چیز ہے۔

(فوٹو: صفحہ ۱۴۳ راحۃ القلوب ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی مترجم غلام احمد بریاں مطبع مجتبائی دہلی)

یہ ہے پیرانِ کامل کی قدرتِ تصرف۔ دنیا ہی میں نہیں، برزخ اور آخرت میں بھی وہ اپنے مریدوں کی دستگیری کرتے ہوئے فرشتوں

کی مار سے ان کو بچاتے ہیں کسی کے پلّے سے اپنے آپ کو باندھ لینا کس قدر ضروری چیز ہے۔

آخر میں حضرت خواجہ فرید گنج شکر کا بیان کردہ ایک واقعہ خواجہ بدر اسحاق کی کتاب اسرار الاولیاء سے ملاحظہ فرمائیے اور پیر کامل کا زندگی اور موت پر اختیار دیکھئے:

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا مُردہ کو زندہ کر دینا

پھر آپ نے فرمایا کہ اے درویش خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اب سلوک کا مرتبہ تمام ہوگیا اور یہ شخص کمال کو پہنچ گیا فرمایا اگر وہ کسی مردہ پر دم کردے تو وہ مردہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جائے تو اس وقت سمجھ لو کہ وہ کمالیت کو پہنچ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے درویش حضرت خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز اسی محل پر یہ فوائد فرما ہی رہے تھے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور قدموں میں سر دیا۔ اور کہا کہ میں ایک ہی بچہ رکھتی تھی کہ اسے بادشاہ نے بے گناہ دار پر کھنچوا دیا خواجہ اس کی عرضداشت سن کر کھڑے ہوگئے اور عصا ہاتھ میں لے کر اس کے ساتھ ہو لئے۔ آپ کے اصحاب بھی آپ کے ساتھ ہو لئے اور اس دار کشیدہ لڑکے کے پاس پہنچے ہندو مسلمان کی ایک بھیڑ لگ گئی۔ خواجہ نے کہا الٰہی اگر اسے بیگناہ بادشاہ نے دار پر کھینچا ہے تو اسے زندہ کر دے آپ کہہ ہی رہے تھے کہ وہ لڑکا زندہ ہوگیا اور ساتھ چلنے لگا یہ کرامت دیکھ کر کئی ہزار ہندو مسلمان ہوگئے۔ پھر آپ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ مردی کمالیت اس سے زیادہ نہیں ہے جو خواجگان میں ہے

(فوٹو: صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱ اسرار الاولیاء ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر مرتبہ خواجہ بدر اسحٰق ترجمہ غلام احمد بریاں مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

مردہ کو زندہ کر دینے سے بڑا کمال اور کیا ہوگا۔ سچ کہا خواجہ فرید گنج شکر نے کہ کمال خواجگان چشت پر ختم ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ خواجہ فرما ہی رہے تھے کہ وہ شخص (پیر) کامل ہے جو کسی مردہ پر دم کر دے اور مردہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جائے کہ کمال کے امتحان کا وقت آگیا۔ اور خواجہ امتحان میں پورے اترے ہر مردہ ہندو لڑکے کو زندہ کر دکھایا۔

اب خانوادہ چشت کے تاجدار خواجہ نظام الدین اولیاء کا حال سنئے

کتاب کا نام ''فوائد الفوائد'' مرتب کرنے والے خواجہ حسن علا سنجری المعروف بخواجہ حسن دہلوی۔ خواجہ کا پورا بیان تو بنوری صاحب کے والد صاحب کے تلاشِ پیر کامل کے سفر میں بارگاہ سلطان اولیاء کے مقام پر آئے گا مگر کچھ باتیں سنتے چلئے:

شیخ عبدالقادر جیلانی کی خانقاہ کی شان میں بے ادبی کا انجام

کچھ دیر مشائخ کبار اور ابدال کے مقابلے میں ان کی ترقی درجات کا ذکر رہا۔ آپ نے فرمایا ایک شخص حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ میں آیا؛ اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے اور خراب حالت میں ہیں۔ آنے والا شخص حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کی خدمت میں پہنچا اور اس نے دروازے پر پڑے ہوئے اس آدمی کا ذکر کیا۔ اور حضرت شیخ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ خاموش رہو اس نے بے ادبی کی ہے۔ آنے

والے شخص نے پوچھا کہ حضرت اس نے کیا بے ادبی کی ہے حضرت شیخ نے فرمایا.وہ ابدال میں سے ہے کل اس قوت پرواز کے مطابق کہ ابدال کو بخشی گئی ہے.وہ اپنے دو ساتھیوں کی معیت میں ہوا میں اڑ رہا تھا.جب وہ تینوں اس خانقاہ کے اوپر پہنچے تو اس کا ایک ساتھی اڑتے ہوئے خانقاہ سے ایک طرف ہٹ گیا اور ادب کے طور پر خانقاہ کی دائیں جانب سے نکل گیا اس کا دوسرا ساتھی بھی اڑتا ہوا خانقاہ کی بائیں جانب سے نکل گیا.اس نے بے ادبی سے خانقاہ کے اوپر سے گزرنا چاہا لہذا نیچے گر گیا.

(فوٹو:صفحہ ۴۵،۴۶ فوائد الفواد ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب علماء اکیڈمی،اوقاف پنجاب لاہور(۱۹۷۳ء)

معلوم ہوا کہ ابدال فلک پیما اور ہوا باز ہوا کرتے تھے.کاش یہ اس زمانے میں بھی موجود ہوں.اور اللہ تعالیٰ ان سے ملاقات کا شرف بخشے.باقی اس ملک پاکستان کو ایسے ہوا بازوں کی سخت ضرورت ہے جو ہوائی جہاز کے محتاج نہ ہوں اور چشم زدن میں لاہور سے اڑ کر اجمیر پہنچ جائیں۔

محبت نام مستی کا خواجہ حسن دہلوی نے کہا:

اسی اثنا میں اولیائے حق اور ان کے کمالِ محبت کا ذکر چلا.اس موقعہ پر آپ نے فرمایا:کل قیامت کے دن حشر کے میدان میں معروف کرخی کو لایا جائے گا،اور وہ یوں نظر آئیں گے جیسے کوئی حد سے زیادہ مست ہو.خلقت انہیں دیکھ کر حیران ہو جائے گی اور پوچھے گی یہ کون ہیں؟پھر وہ یہ آواز سنے گی کہ یہ ہماری محبت میں مست ہے اسے معروف کرخی کہتے ہیں اس وقت معروف کرخی کو یہ حکم ہوگا کہ بہشت میں چلو.وہ کہیں گے میں نہیں جاتا.میں نے تیری بہشت کے لئے پرستش نہیں کی.بعد ازاں فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ انہیں نور کی زنجیروں میں جکڑ کر کھینچتے کھینچتے بہشت مین لے جاؤ

(فوٹو:صفحہ ۳۵۳ فوائد الفواد ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب علماء اکیڈمی،اوقاف پنجاب لاہور مطبوعہ(۱۹۷۳ء)

یہ میدان محشر کی خبریں سنانا یا تو ذاتِ خداوندی کی طرف سے ہو سکتا ہے یا اس کا کوئی نمائندہ ہی کل کی بات اس اعتماد کے ساتھ بیان کر سکتا ہے.آپ نے حضرت معروف کرخی کا بے نیازی سے بھرپور بانکپن بھی دیکھا.اگر وہ فرشتوں کے قابو میں بھی نہ آئے تو کیا ہو گا؟

وہی آزمائشی کلمہ جو خواجہ معین الدین چشتی نے استعمال کیا تھا

خواجہ نظام الدین اولیاء نے زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ شیخ کا فرمان رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان کی طرح ہوتا ہے.اس وقت آپ نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک شخص شیخ شبلی کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں.شیخ شبلی نے کہا کہ میں اس شرط پر تمہیں مرید بنانا قبول کروں گا کہ جو میں تمہیں حکم دوں تم کرو گے.مرید نے کہا میں ایسی ہی کروں گا شبلی نے اس سے پوچھا کہ تم کلمہ طیبہ کیسے پڑھتے ہو؟مرید نے کہا اس طرح پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ شبلی کہنے لگے کہ اب اس

طرح پڑھو **لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ** مرید نے فی الفور اسی طرح پڑھ دیا۔ بعد ازاں شبلیؒ نے کہا کہ شبلی تو آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں ایک غلام ہے اور اللہ کے رسول وہی ہیں میں تیرے اعتقاد کا امتحان لے رہا تھا

(فوٹو: صفحہ ۴۰ فوائد الفواد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ پروفیسر محمد سرور صاحب علما اکیڈمی، اوقاف پنجاب لاہور مطبوعہ (۱۹۷۳ء)

یہ ایک پیٹینٹ آزمائشی کلمہ ہے۔ پرانے زمانہ مین بھی استعمال کیا گیا اور آج بھی اس کا استعمال جاری ہے۔ حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے ''تکشف'' میں تھانہ بھون کے پیر صادق صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کلمہ **لا الہ الا اللہ صادق رسول اللہ** کو آزمائش کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔ اور پھر چشتی رسول اللہ اور شبلی رسول اللہ پڑھوانے والوں کی طرح اس کے بعد معزرت بھی نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ کلمہ بالکل صحیح تھا صرف یہ ہوا تھا کہ صادق رسول اللہ ﷺ میں خبر مقدم اور متبداء موءخر ہو گیا تھا اس طرح سے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے فرمانے کے بموجب کلمہ کچھ یوں بنتا ہے۔ لا الہ لا اللہ رسول اللہ صادق۔ یہ تبدیلی کیا بڑی بات ہے۔ یہ تو کلمہ کے دوسرے جزء میں تھوڑا سا رد و بدل ہے امام غزالی نے تو کلمہ کے پہلے جزء ہی کو لا ھو الا ھو میں تبدیل کر دیا۔ پھر نہ تو زمین روئی اور نہ آسمان نے آنسو بہائے۔

پیر کے سامنے سر جھکا کر سجدہ کرنے سے درجے بلند ہوتے ہیں

خواجہ نظام الدین اولیاء کی بارگاہ میں:

پھر کچھ دیر اس بارے میں گفتگو رہی کہ مرید حضرت مخدوم کی خدمت میں آتے ہیں اور آپ کے سامنے سر زمین پر رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے ۔۔۔۔ اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو اس سے منع کروں لیکن چونکہ میں نے خود اپنے شیخ (شیخ الاسلام فرید الدین) کے سامنے اسی طرح کیا ہے اس لئے میں منع نہیں کرتا۔ اس پر بندے نے عرض کیا کہ وہ لوگ جو حضرت مخدوم کی ذات سے وابستہ ہیں وہ آپ کے ارادت مند ہیں اور آپ سے انہوں نے بیعت کی ہے تو ان کی یہ ارادت و بیعت عبارت ہے، پیر کے ساتھ عشق و محبت سے پس جہاں عشق و محبت ہو گی وہاں زمین پر سر رکھنا ایک سہل سا کام ہے؛ حضرت خواجہ نے............ اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے میری اس بات کی مدافعت میں فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا ہے کہ ایک دفعہ ایک راستے میں شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ ایک گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ سامنے سے ایک مرید آ گیا وہ مرید پیدل تھا اس نے شیخ ابو سعید ابو لخیر کے زانو کو بوسہ دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اس سے نیچے بوسہ دو اس نے شیخ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ شیخ نے کہا اور نیچے۔ مرید نے گھوڑے کے زانو کو بوسہ دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے، مرید نے گھوڑے کے سم کو بوسہ

دیا، شیخ نے فرمایا اور نیچے مرید نے زمین کو بوسہ دیا۔ اس وقت شیخ نے فرمایا کہ میں نے جو تمہیں اور نیچے اور نیچے بوسہ دینے کو کہا تو اس سے میرا مقصد یہ نہ تھا کہ تم زمین کو بوسہ دو۔ میرا اس سے مقصد یہ تھا کہ تم جتنا نیچے جاؤ گے اتنا ہی تمہارا درجہ بلند ہوگا۔

(فوٹو: صفحہ ۴۳۰ فوائد الفوا د ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ محمد سرور صاحب علما اکیڈمی، اوقاف پنجاب لاہور مطبوعہ ۱۹۷۳ء)

فنافی اللہ ہونے کے لئے بعض صوفیاء سرپٹ جانا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ تدریجاً چلتے ہیں۔ پہلے فنافی الشیخ پھر فنافی الرسول، اور پھر فنا فی اللہ۔ یہ سجدہ تعظیمی، یہ پابوسی، فنافی الشیخ کی تکمیل کے لئے کی جاتی ہے، سجدۂ تعظیمی کے انکاری کہاں ہیں انہیں آواز دو، اور انہیں خواجہ حسن سنجری کا یہ شعر بھی سناؤ کہ۔

کافراں سجدہ کہ بر رُوئے بتاں می کردند ہمہ رُو سوئے تو بود وہمہ سو روئے تو بود

(ترجمہ) کافروں نے اگر بتوں کے سامنے سجدہ کیا تو کیا ہوا ہر رُخ تیری طرف تھا اور ہر سمت میں تیرا رُخ تھا

علم قرآن وحدیث اور دینِ طریقت میں باپ مارے کا بَیر ہے

خواجہ نظام الدین اولیاء کا ذکر ہو رہا ہے: الغرض خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ حکایت فرمائی اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ پیران راہ میں سے ایک پیر تھا اور اس کا بیٹا محمد نامی صاحب علم اور مرد اہل تھا جب اس نے چاہا کہ میں عالم طریقت میں آؤں تو اس نے اپنے باپ سے کہا کہ میں چاہتا کہ درویش بنوں اس کے باپ نے کہا کہ پہلے تو ایک چلہ کر اس نے کہا بہت اچھا باپ کے فرماتے ہی چلّہ میں بیٹھ گیا جب وہ تمام ہوا تو باپ کی خدمت میں آیا باپ نے اس سے چند مسائل پوچھے اس نے سب کا جواب دیا باپ نے کہا ایک اور چلّہ کرو یہ چلّہ تمہارے لئے سودمند نہیں ہوا اس نے ایک چلّہ اور کیا پھر باپ کی خدمت میں آیا باپ نے اس سے پھر چند مسئلے پوچھے اس نے کچھ کچھ ان کا جواب دیا باپ نے کہا بیٹا ایک چلّہ اور کرو پھر اس نے تیسرا چلّہ پورا کیا اور باپ کی خدمت میں آیا اور اس نے کچھ مسائل پوچھے وہ لڑکا حق میں ایسا مشغول ہو گیا تھا کہ کسی کا بھی کچھ جواب نہ دے سکا:

(فوٹو: صفحہ ۱۹۵ فوائد الفواد (حصہ دوم) ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ غلام احمد بریاں مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۹۱۶ء)

قرآن وحدیث دینِ طریقت کے لئے وبالِ جان ہیں جب تک ان سے پیچھا نہ چھڑا لیا جائے اس وقت تک راہِ طریقت کی رہ نوردی ممکن نہین ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرمائے کہ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر ۲۸)

(اللہ سے تو صحیح معنوں میں اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں) اور دین اتحاد کے یہ نمائندے اس کے دشمن بن جائیں

، خواجہ نظام الدین اولیاء بھی فرماتے ہیں کہ اگر کار ہے تو مشغولی حق ہے باقی سب چیزیں اس دولت کی مانع ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ جو کتابیں میں نے پڑھیں ہیں اگر ان میں سے کسی وقت کچھ دیکھتا ہوں تو مجھ پر ایک وحشت ظاہر ہوتی ہے۔ میں اپنے جی میں

کہتا ہوں کہ میں کہاں آپڑا۔

(صفحہ ۲۰۵ فوائدالفواد جلد سوم ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی ترجمہ غلام احمد بریاں)

خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونی ثم دہلوی قرآن وحدیث کے عالم تھے مگر جب اس کوچہ طریقت میں قدم رکھا تو اس علم سے وحشت ہونے لگی سچ ہے قرآن وحدیث کے دین اور طریقت کے دین میں سفیدی اور سیاہی کا فرق اور صبح وشام کا تباین ہے۔اس حقیقت کے باوجود ظلم دیکھئے کہ کہا جاتا ہے کہ اس برصغیر ہندو پاکستان میں اسلام ان حضرات کے زریعہ پہنچا ہے کیا خوب!

یہ ہیں مشہور بزرگان چشت کے حالات جو پوری طرح واضح کر دیتے ہیں کہ یہ سارے کہ سارے حضرات دین اتحاد کے پیروکار ہی نہیں بلکہ اس کے علمبردار تھے۔اور انہوں نے اپنی مسلسل کوششوں سے وہ حالات پیدا کر دئے کہ کسی شخص کا اس دینِ طریقت کے اثرات سے بچ نکلنا ممکن نہ رہا۔آج جو عرسوں میلوں، نذرونیازوں، سجدہ ہائے تعظیمی علَم اور تعزیتوں، قبروں اور آستانوں، مراقبوں اور مشاہدوں والا دین اس ملک میں رائج ہے اس میں ان حضرات کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا، اب اصلاح حال کا ایک ہی طریقہ ہے اور یہ کہ دنیا کو پوری طرح کھول کر بتایا جائے کہ اس دینِ طریقت اور اصلی دین اسلام میں جو قرآن وحدیث کے اندر ہے کیا فرق ہے۔پھر ایسے لوگوں کو تیار کر کے جمع کیا جائے جو قرآن وحدیث کے دینِ خالص کے ماننے والے بن کر اٹھیں اور اس دین اتحاد کی دھجیاں اڑا دیں۔پھر کہیں اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت متوجہ ہوگی جس نے صدیوں سے منہ پھیر لیا ہے۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ راستہ سخت کٹھن اور انتہائی جرأت آزما راستہ ہے لیکن اس سے مفر نہیں۔آج بھی اگر یہ کام نہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی جواب بن نہ پڑے گا غضب ہے کہ ہر حق، ناحق، بناڈالا گیا، اور ہر ناحق ابھرا اور چھا گیا، حرام حلال ہو گیا اور حلال پر قدغنیں لگادی گئی قرآن کی تنزیل کا مطالعہ کیجئے تو نظر آئے گا کہ ہمیشہ اصلاح کے لئے پہلا قدم یہی رہا ہے کہ باطل عقائد پر سب سے پہلے ضرب لگائی جائے اور پوری طرح سے ان کا پول کھول ڈالا جائے۔تیرہ (۱۳) سال کی مکّی زندگی میں مشرکین عرب کا کوئی باطل عقیدہ ایسا نہ تھا جس سے تعرض نہ کیا گیا ہو ایسے ہر ہر عقیدہ کی سفاہت، اس کا فساد واضح کر کے اس کی جگہ پر عقیدہ حق کی برکتوں سے روشناس کروایا گیا اور جب ہجرت کے بعد مدینہ میں اہل کتاب سے سابقہ پیش آیا تو سورۃ البقرہ۔آل عمران؛ النساء۔المائدہ کے زریعہ اہل کتاب کے عقائد کا تیا پانچا کر ڈالا گیا آج بھی یہی کام ہونا چاہیے یہ ''اتحاد ثلاثہ'' اگر پارہ پارہ نہ کیا گیا تو یہ موجودہ بے آبروئی نہ جائے گی؛ اور انجام کار جہنم کی آگ سے بچنا ممکن نہ ہو سکے گا۔اس لئے وقت آ گیا ہے کہ کھول کر بے دھڑک اعلان کیا جائے کہ یہ ''دین اتحاد'' توحید قرآنی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے اور آج تک کوئی صوفی ایسا نہیں گزرا جو ''اتحادی'' نہ ہو۔یہ وہ دین ہے جس نے شرک وبدعت کو سندِ جواز دی ہے۔طبیب کا روپ دھار کر بیمار کو اپنے ہاتھ سے زہر پلایا ہے۔گمراہی کو خوش نما بنانے کے لئے اصطلاحات کا ایک جنگل تیار کیا ہے اور خالق ومخلوق، عبد ومعبود کو ایک دوسرے میں سمو کر بے حساب ایسی مرکب ذاتیں پیدا کی ہیں جنہوں نے اپنی اپنی گدی سمبھالی ہے اور پھر یہ خدائی میراث باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتی رہی ہے، ان کی محفلوں میں قرآن وحدیث کے بجائے کشف وکرامات مراقبہ ومشاہدہ۔وصل وہجر سکر وصحو کی آوازیں گونجتی رہی ہیں۔اور اگر کبھی انہوں نے

قرآن وحدیث کا نام لیا بھی ہے تو صرف اپنے دینِ اتحاد کی مخصوص اصطلاحات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے جیسے وحدت الوجود کے ثبوت کے لئے اُس حدیث قدسی کو استعمال کیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کی سماعت و بصارت بن جاتا ہوں اس کے ہاتھ و پیر بن جاتا ہوں اور ایسا کرتے ہوئے حقیقت ومجاز کے سارے تقاضوں کو پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ اس طرح جب اپنی اصلاحات سکر وصحو کے ثابت کرنے کا موقع آیا تو یہود و نصاریٰ اور مشرکین ومنافقین کی طرف سے انبیاء پر لگائے ہوئے جھوٹے الزامات کو سچا مان کر ان خود ساختہ اصطلاحات کا ثبوت بہم پہنچایا گیا۔ جیسے علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش نے ''کشف المحجوب'' نامی اپنی کتاب میں داؤد علیہ السلام اور نبی ﷺ کی عصمتوں پر لگائے ہوئے جھوٹے الزامات کو جوں کا توں مان لیا اور ثابت کردکھایا کہ یہ سب سکر وصحو کی کرشمہ کاریاں تھیں۔

بائبل میں جو عیسائیوں اور یہودیوں کی کتاب مقدس مانی جاتی ہے لکھا ہوا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اُوریاہ حتّی (URIAH-HITTITE) کی بیوی کو اپنے محل کی چھت پر سے برہنہ نہاتے ہوئے دیکھ لیا اور اس پر عاشق ہوگئے۔ پھر اس کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا اور جب وہ حاملہ ہوگئی تو انہوں نے اُوریاہ حتّی (URIAH-HITTITE) کو اس کے شوہر کو بنی عمون کے مقابلہ میں جنگ میں بھیج دیا اور فوج کے سالارِ اعلیٰ کو حکم دیا کہ اس کو ایسی جگہ مقرر کرے جہاں وہ زندہ نہ بچ سکے۔ اور جب وہ مارا گیا تو داؤد علیہ السلام نے اس کی بیوی سے باقاعدہ شادی کرلی اور شادی کے بعد اس کے پیٹ سے سلیمان علیہ السلام چھ مہینہ سے بھی کم مدت میں پیدا ہوئے۔ معاذ اللہ۔ یہ جھوٹے الزام یہودیوں نے اپنے دو (۲) محسن پیغمبروں، داؤد اور سلیمان علیہما السلام پر لگا کر اپنی کتاب مقدس میں قیامت تک کے لئے ثبت کردئے ہیں (بائبل کتاب سموئیل دوم باب ۱۱،۱۲)

اور وہ دوسرا الزام جو یہود مدینہ، منافقین اور مشرکین عرب نے نبی ﷺ کی آبرو پر لگایا وہ یہ تھا کہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو نبی ﷺ کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں) جب زید بن حارثہؓ کے نکاح میں تھیں تو نبی ﷺ نے بھی ان کو برہنہ دیکھ لیا اور عاشق ہوگئے (نعوذ باللہ) پھر زیدؓ سے طلاق دلوائی اور اپنے نکاح میں لے آئے۔ علی ہجویری صاحب نے ''کشف المحجوب'' کے اندر ان دونوں الزامات کو جو داؤد علیہ السلام اور محمد ﷺ پر کافروں اور منافقوں نے لگائے تھے صحیح مان کر اپنے نظریہ صحو (ہوش مندی) اور سکر (مدہوشی) کو ثابت کردکھایا۔ ملاحظہ فرمائیے:

صحو وسُکر کی جہنم زاریاں

تو جب فعل حق مضاف ہو بندہ کی طرف تو بندہ بخو د قائم ہوتا ہے اور جب بندہ کا فعل حق کی طرف مضاف ہو تو بندہ بحق قائم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ داؤد علیہ السلام کی نظر مبارک وہاں پڑی۔ جہاں پڑنی نہ چاہیے تھی۔ یعنی ایک عورت پر جو اَوریا کی عورت تھی جیسے دیکھا وہ ان پر حرام تھی۔ اور جب بندہ بحق قائم ہوگیا جیسے حضور ﷺ کہ نظر تو آپ کی بھی پڑی اس طرح زید کی بیوی پر۔ مگر وہ بیوی زید پر حرام ہوگئی، اس لئے کہ وہ نظر جو داؤد علیہ السلام کی تھی وہ محلِ صحو میں تھی اور یہ نظر جو حضور ﷺ کی تھی یہ محل سکر میں تھی،

(فوٹو: صفحہ ۳۴۹ کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب مصنفہ علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش لاہوری)

کوئی تو بتائے کہ آخر یہ سب کچھ ہے کیا؟ کیا انبیاء کی ذاتیں بھی معصوم نہ رہیں گی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان حضرات ہی کے زریعہ تو اس برصغیر میں دین پھیلا ہے۔ ہاں۔ دین تو ضرور پھیلا مگر وہ قرآنی دین نہیں جو نبی ﷺ لائے تھے بلکہ وہ ''اتحادی دین'' جس نے اللہ تعالی کی اس زمین پر ہزاروں اور لاکھوں مرکب ذاتیں، اقدارِ مشترکہ کی شکل میں پیدا کر ڈالیں، جو کبھی عروج کر کے الہ بنیں ،اور کبھی بندہ کے مقام تک نزول فرما کر بندگی کرنے لگیں۔ قرآن اور حدیث کے علم کو اگر وہ آگے لے کر چلیں ہیں تو اس لئے کہ دینِ حق کو تفسیر اور تشریح کے زریعہ دین اتحاد ثابت کر دکھائیں اور آج اسی اتحادی دین کی دھوم مچی ہوئی ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں کتنے حضرات ایسے ہیں جنھوں نے اللہ کے دین کی مدافعت کی ہے اور اس سلسلہ میں بادشاہانِ وقت سے ٹکر لی ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ بادشاہان وقت سے تصادم ہوا ہے مگر دین اللہ تعالی کی مدافعت کے بجائے اپنی قدر مشترک کے دفاع کے لیے یہ پاپڑ میلے گئے ہیں جو اللہ تعالی کے توحیدی دین پر یقین ہی نہیں رکھتے وہ اس کے لئے سر دھڑ کی بازی کیا لگائیں گے۔ اتحادی دین کی ایجاد کے بعد اس کے دباؤ کا یہ حال رہا ہے کہ گزشتہ صدیوں میں بہت کم ایسے علم والے ملیں گے جو پوری طرح قرآنی توحید کی ترجمانی کر پائے ہوں۔ رہا یہ برصغیر تو یہاں ایک بھی ایسا عالم نہیں گزرا ہے جو اس اتحادی فلسفہ سے متاثر نہ رہا ہو۔ اسی لئے اس ملک میں جو گروہ کم سے کم عقیدہ کے فساد میں مبتلا ہے اس میں بھی اتحادی فلسفہ کی وجہ سے عقیدہ کی (۲) دو صریح خرابیاں موجود ہیں۔ ہر چند کہ اس گروہ نے دوسری ساری شریک ٹھیرائی جانے والی ہستیوں سے تو پیچھا چھڑا لیا مگر نبی ﷺ کے متعلق یہی عقیدہ رکھا کہ وہ وفات کے بعد بھی قبر میں زندہ ہیں اور اگر کوئی وہاں پہنچ کر درود سلام پڑھتے تو سنتے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے اس جھوٹی اور موضوع (گھڑی ہوئی) روایت کو دلیل بنایا جس میں محمد بن مروان سُدی صغیر صاحب الکلبی موجود ہے اور جس کو سارے محدثین نے کذّاب اور وضاع کہا ہے، امام عقیلی نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ لا اصل لہٗ ! اور دوسرا افاسد عقیدہ اس گروہ کا یہ ہے کہ کچھ خاص ملائکہ اس کام کے لئے مقرر ہیں کہ لوگوں کے پڑھے ہوئے درود سلام کو نبی ﷺ تک براہ راست پہنچائیں۔ ان کے اس عقیدہ کی دلیل وہ روایت ہے جس کا اصل راوی ''زاذان'' رافضی ہے اور جس نے اپنے اس فاسد عقیدہ کو کہ رافضی مومنین کے اعمال ان کے بارہ (۱۲) ائمہ معصومین کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں اس روایت کے زریعہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے اس طرح سے وہ دو فاسد عقیدے جو محمد ﷺ کو خدائی صفات کا حامل قرار دیتے ہیں اس ملک کے سب سے بہتر عقیدہ رکھنے والے گروہ میں بھی موجود ہیں۔ پہلا عقیدہ نبی ﷺ کو الحیُ 'قرار دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ آپ ﷺ کو موت نہیں آئی۔ اور اس طرح قرآن اور حدیث کی ان ساری نصوص کی نفی کرتا ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ کے لئے بھی موت ہے اور وفات پا جانے کے بعد کسی کے لئے سننا ممکن نہیں ہے اور یہ بات کہ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (اور مرنے والوں اور اس دنیا کے درمیان ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک (المؤمنون) اور موت آجانے کے بعد

قیامت کے دن ہی پھر زندہ ہو کر اٹھنا ہوگا۔ **ثُمَّ اِنَّکُم یَوْ الْقِیَامَۃِ تُبْعَثُوْن** (المؤمنون) یعنی مرنے کے بعد پھر تم لوگ قیامت ہی کے دن دوبارہ زندہ اٹھائے جاؤ گے (المؤمنون) رہا دوسرا عرض اعمال درود وسلام کا عقیدہ تو یہ بعض اعمال میں نبی ﷺ کا ذاتِ الٰہی سے اشتراک اور ذات الٰہی کی جزوی معطّلی کی غمازی کرتے ہوئے **لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَئیٌ** کا انکاری ہے۔
یہ بات حق ہے کہ اس ملک کہ دینی تاریخ مکمل نہ ہوگی جب تک عبدالحق محدث دہلوی کا معاملہ بھی سامنے نہ آجائے۔ کیونکہ آپ ہی حدیثوں کی مشہور کتاب مشکوٰۃ کے شارح ہیں اور آپ نے اس دین اتحاد کو اپنی تحریروں کے زریعہ بے انتہا تقویت پہنچائی ہے .آپ کی مشہور تصنیف ''مدارج النبوۃ'' کے مقدمہ کا پہلا صفحہ کھولتے ہی نظر آتا ہے:

حضور کی شان اوّلیت

اب رہا یہ امر کہ حضور اکرم ﷺ کا اسم صفت ''اول'' کیسے ہے؟ تو یہ اوّلیت اسی بنا پر ہے کہ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اوّل ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے اول ما خلق اللہ نوری اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا (۲) یہ کہ آپ مرتبۂ نبوت میں بھی اوّل ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے کنت نبیاً وان آدم لمنجدل فی طینتہ (میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں ہی تھے)

(فوٹو: خودنوشت مقدمہ مدارج النبوۃ مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ، کراچی)

یہاں بھی وہی اتحادی فلسفہ کام کر رہا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے دو (۲) موضوع (گھڑی ہوئی) روایتوں کو استعمال کیا گیا ہے .دراصل کہنا یہ ہے کہ نبی ﷺ نور کے ہیں اور آپ کا یہ نور ذاتِ خداوندی کا ایک ٹکڑا ہے اور آپ کے ہم عصر مجدد الف ثانی کے بیان میں گزر چکا ہے کہ کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہے اس طرح سے سب سے پہلے نبی ﷺ کا ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اتحاد ثابت کر کے امتیوں کے لئے اس راہ کو کھول دیا گیا .حالانکہ یہ ہر شخص جانتا ہے کہ آپ ﷺ اولادِ آدم میں سے ہیں اور جب آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر اس میں پھونک ماری گئی تو اس وقت فرشتے اور ابلیس سب موجود تھے اور اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ صفت علم میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر کا شریک ٹھیرا دیا۔ ملاحظہ ہو:

ہر شئے کے جاننے والے وھو بکل شئی علیم (وہی ہر شئے کا جاننے والا ہے) کا ارشاد بلا شبہ حضور اکرم ﷺ ہی کے لئے ہے کیونکہ فوق کل ذی علم علیم (ہر صاحب علم کے اوپر اور زیادہ جاننے والا ہے) کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔ علیہ من الصلوٰت افضلہا ومن التحیات اتمہا واکملہا

(فوٹو: خودنوشت مقدمہ مدارج النبوۃ مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ، کراچی)

اب کوئی چیختا رہے کہ نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں تو اس سے کیا ہوتا ہے قرآن تو نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اعلان کر دیجئے

کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں خیر کی کثرت کر لیتا اور مجھے کسی برائی سے سابقہ پیش نہ آتا (لیکن) میں عالم الغیب نہیں ہوں بلکہ صرف نذیر و بشیر ہوں (الاعراف آیت ۱۸۸)

اتحاد کی یہ راہ کتنی حسین راہ ہے۔ایک بار اسے ہموار کر لیا جائے پھر الوہیت کا تخت اپنا ہے۔علم و اقتدار تصرف و اختیار سب اپنے قبضہ میں۔اب دیکھئے کی شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب کو کس طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار نامی کتاب لکھ کر اتحاد کی انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ: روایت ہے کہ آپ پیدائش کے بعد رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔حتی کہ سب میں مشہور ہو گیا کہ بعض اشراف کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا

(فوٹو:صفحہ ۱۶ اخبار الاخیار فارسی،مطبوعہ مجتبائی مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

یہ تو تھی شیر خواری کے زمانے میں آپ کی کیفیت جب آپ (عبدالقادر جیلانی صاحب) کچھ بڑے ہوئے تو

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ:منقول ہے کہ لوگوں نے آپ سے (شیخ عبدالقادر جیلانی سے) دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں فرمایا کہ دس سال کی عمر تھی جب میں مدرسہ جاتا تو راستہ میں فرشتوں کو اپنے گرد چلتے ہوئے دیکھتا۔اور جب مکتب میں پہنچ جاتا تو فرشتوں کو یہ بات بچوں سے کہتے ہوئے سنتا کہ اے بچو! اللہ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کرو۔

(فوٹو:صفحہ ۱۶ اخبار الاخیار فارسی،مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

بڑے ہو کر جب وعظ فرمانے لگے تو تصرفات کا یہ عالم ہو گیا.

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ: مشائخ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ جیلانیؒ جب وعظ کے لئے منبر پر بیٹھ کر الحمدللہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب و حاضر ولی خاموش ہو جاتا اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے۔بس اولیاء اور ملائکہ کا آپ کی مجلس میں ہجوم ہو جاتا،جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے ان سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے،

(فوٹو:صفحہ ۳۸ اخبار الاخیار مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ سبحان محمود صاحب مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

منبر پر بیٹھ کر ایک الحمدللہ کا کہنا اور روئے زمین کے ہر غائب و حاضر ولی کا خاموش ہو جانا کیا کسی انسان کے بس کی بات ہو سکتی ہے۔اور پھر ذرا ان مجالس میں تمام زندہ اور مردہ اولیاء اور انبیاء کی حاضری کا نظارہ کیجئے:

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ:مشہور ہے کہ آپ کی مجلس وعظ میں تمام اولیاء انبیاء جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے،اسی طرح آپ کی تربیت و تائید کے لئے حضور اکرم ﷺ بھی تجلی فرماتے

تھے،علیٰ ہذا اکثر اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کی مجلس میں آتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی جس ولی سے ملاقات ہوتی تو وہ اسے آپ کی مجلس میں حاضر باشی کی نصیحت فرماتے ۔

(فوٹو:صفحہ ۳۹ ترجمہ اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود صاحب استاد الحدیث دارلعلوم کراچی مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

سارے زندہ اور مردہ اولیاء اللہ اور نبی ﷺ کا حضرت کی مجلس میں حاضر ہونا عجب بات ہے مگر ایک محدث کو جھٹلانا بھی تو آسان نہیں ہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی صاحب کا اپنی صفات پر سے پردہ اُٹھانا

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ: اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں شمشیر برہنہ اور چڑھی ہوئی کمان ہوں، میرا تیر نشانہ پر لگنے والا، میرا نیزہ بے خطا اور میرا گھوڑا بے زین ہے، میں عشق خداوندی کی آگ ،حال و احوال کا سلب کرنے والا، دریائے بیکراں، رہنمائے وقت اور غیروں سے باتیں کرنے والا ہوں ایک دفعہ آپ نے کیفیت حال میں فرمایا کہ میں ہوں محفوظ اور میں ہوں ملحوظ، اے روزہ دارو، اے شب بیدارو، اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو، خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں اور اے خانقاہ نشینو، خدا کرے تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہو جائیں، حکم خدا کے سامنے آؤ، میرا حکم خدا کی طرف سے ہے، اے رہروانِ منزل ، اے ابدال، اے اقطاب و اوتاد اے پہلوانو، اور اے جوانو، آؤ اور دریائے بیکراں سے فیض حاصل کرلو، عزت پروردگار کی قسم تمام نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کئے گئے، اور میری نظر لوح محفوظ میں جمی ہوئی ہے، میں دریائے علم ومشاہدۂ الٰہی کا غوطہ خور ہوں، میں تم سب پر اللہ کی حجت رسول کا نائب اور اس دنیا میں وارث ہوں، پھر فرمایا کہ انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں،

(فوٹو:صفحہ ۴۱ ترجمہ اخبار الاخیار مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مولانا سبحان محمود صاحب استاد الحدیث دارلعلوم کراچی)

شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف بغوث الاعظم کا دوسرا ارشاد

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میرے مریدوں، سلسلہ والوں، میرے طریق کا اتباع کرنے والوں اور میرے عقیدت مندوں کو جنّت میں داخل فرمائے گا،

نیز آپ نے فرمایا کہ ہم میں کا ایک انڈا ہزار میں ارزاں اور چوزہ کی قیمت تو لگائی نہیں جا سکتی نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لکھا ہوا دفتر دیا جس میں قیامت تک آنیوالے میرے احباب اور مریدوں کے نام درج تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سب کو میں نے تیری وجہ سے بخشدیا،

آپؒ نے فرمایا کہ میں نے داروغۂ جہنم سے جن کا نام مالک ہے دریافت کیا کہ میرے مریدوں میں سے تمہارے پاس کوئی ہے، جواب دیا، عزت پروردگار کی قسم کوئی بھی نہیں، دیکھو میرا دستِ حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر، اگر

میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں، جلال پروردگار کی قسم جب تک میرے تمام مرید بہشت میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہِ خداوندی میں نہیں جاؤں گا، اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید کا پردۂ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں تو یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔

(فوٹو: صفحہ ۴۹ ترجمہ اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود صاحب استاد الحدیث دار العلوم کراچی مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

آپ کا تیسرا ارشاد

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ: حضرت شیخ نے فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج کے زمانہ میں کوئی ان کی دستگیری کرنے والا اور جس لغزش میں میں وہ مبتلا ہوئے اس سے کوئی بچانے والا نہیں تھا، اگر میں ان کے زمانے میں ہوتا تو ان کی دستگیری کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی، قیامت تک میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا رہوں گا اگر چہ وہ سواری سے گرے، اور فرمایا کہ ہر طویلہ میں ایک نا قابل مقابلہ سانڈ اور ایک نا قابل مسابقت گھوڑا رہتا ہے، اور فرمایا کہ ہر لشکر پر میرا ایسا تسلط ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا اور ہر منصب میں ایسا خلیفہ ہے جسے ہٹایا نہیں جا سکتا،

فرمایا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو تا کہ مراد پوری ہو اور فرمایا جو کسی مصیبت میں میرے وسیلہ سے امداد چاہے تو اس کی مصیبت دور ہو، اور جو کسی سختی میں میرا نام لیکر پکارے اسے کشادگی حاصل ہو، اور جو میرے وسیلہ سے اللہ کے سامنے اپنی مرادیں پیش کرے تو پوری ہوں،

آپ نے فرمایا کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سرکار دو عالم ﷺ پر درود بھیجے اور میرا نام لے کر اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی حاجت بر آری کرے (ایک روایت میں ہے کہ گیارہ قدم عراق کی جانب چل کر میرا نام لیکر دعا مانگے لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے)

(فوٹو: صفحہ ۴۹، ۵۰ ترجمہ اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود صاحب مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

دیکھا آپ نے صرف آخری روایت ثابت نہیں ہے باقی سب کچھ ثابت ہے۔

مرض الموت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ارشاد

فارسی عبارت کا اردو ترجمہ: روایت ہے کہ حضرت شیخ جیلانیؒ اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں، میرے اور مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا سا فرق ہے مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرنا، فرماتے تھے کہ میری تخلیق تمام امور سے بالا ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماورا ہوں، اے زمین کے مشرق و مغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَاَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں ان

میں سے ہوں جنھیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے، مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے **اَنَا اَخْتَرْتُکَ وَ لِتُصْنَعَ عَلیٰ عَیْنِیْ** (یعنی میں نے تجھے پسند کر لیا، اور تا کہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے) مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو کر تا کہ سنی جائے، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنا دیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کہتا ہوں،

آپ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق ضروری ہے۔ کیونکہ میری بات ایسی یقینی ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، گویا جب مجھے حکم ہوتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں، جب مجھے دیا جاتا ہے تو بخشش کر دیتا ہوں اور جب مجھے امر ہوتا ہے تو کر لیتا ہوں، زمہ داری تو اس پر ہے جس نے مجھے حکم کیا ہے (کیونکہ قاعدہ ہے) **الدية علی العاقلة** (یعنی خون بہا رشتہ داروں پر ہے) میری تکزیب تمہارے لئے زہر قاتل ہے، دین کے لئے اور دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے، میں تلوار باز اور قاتل ہوں اور اللہ تمہیں ڈراتا ہے اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں شیشہ کی طرح ہو۔

(فوٹو: صفحہ ۴۴ ترجمہ اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود صاحب استاد الحدیث دارلعلوم کراچی مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

یہ تو شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب کے ارشادات اپنے متعلق تھے، اب شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب کا فیصلہ سنیئے۔

غرض کہ آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں، مخلوقات کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا، انسان اور جنات پر آپ کی حکمرانی، لوگوں کے راز اور پوشیدہ امور سے واقفیت، عالم ملکوت کے بواطن کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سربستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا۔ باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف و انقلاب، مارنے اور جلانے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کی صحت، بیماری کی شفا، طے زمان و مکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبعیت کا تبدیل کر دینا، غیب کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا، اور اسی طرح کی دوسری کرامات مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہار حقانیت کے طریقہ پر ظاہر ہوئیں اور مزکورہ کرامتوں میں سے ہر ایک سے متعلق اتنی روایات و حکایات ہیں کہ زبان و قلم ان کے احاطہ سے قاصر ہیں۔ مشائخ نے اس پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

(فوٹو: صفحہ ۴۵ ترجمہ اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود صاحب استاد دارلعلوم کراچی مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی)

دیکھا آپ نے عبد و معبود، خالق و مخلوق کے اتحاد نے کیسی کیسی ہستیوں کو جنم دیا ہے۔

بہر حال ہر قصہ میں ایک ہی رنگینی اور ہر ساز میں ایک ہی آواز ہے، اب بھی اگر کسی کا کہنا یہ ہے کہ شریعت و طریقت دونوں ایک ہیں

تو عقل وخرد کے ماتم کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے۔ہر چیز سامنے ہے اور پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ شریعت کا حق دینِ طریقت کا باطل ہے اس کا حرام اور اس کا حلال ہے۔ان دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اور یہ دو ایسے کنارے ہیں کہ ایک دوسرے سے کبھی نہیں مل سکتے۔ایک کی زندگی دوسرے کی موت ہے۔

آج ہر طرف یہی آوازیں آ رہی ہیں کہ مسلمانوں کو جمع کرو۔مسلمانوں کو جمع کرو۔سوال یہ ہے کہ آخر ان کو کس چیز پر جمع کیا جائے۔اگر موجودہ دین پر جو اتحادی دین ہے تو اس اجتماع سے فائدہ۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کبھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوگی بلکہ ہر آن اس پر عذاب کے ڈونگرے برستے رہیں گے۔ہاں اگر اس موجودہ دین سے برأت کا اعلان کر کے خالص قرآن وسنت کا قصد کیا جائے تو یہ اجتماع مبارک اور صحیح معنوں میں حبل اللہ کو مضبوطی کے ساتھ مل کر پکڑنا ہوگا۔اسی اجتماع سے مالک حقیقی کا وعدہ ہے کہ

أَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (آل عمران: آیت ۱۳۹) تم ہی سربلند،تم ہی کامگار،تم ہی (دنیا اور آخرت کے) تاجدار ہو گے،اگر تم مومن بن جاؤ...اس زمین کی خلافت تمہارے ہاتھوں میں ہوگی،اور امن وسلامتی تمہارے قدم چومے گی۔

رہے ہم تو ہماری ساری دوڑ دھوپ انشاء اللہ اسی مقصد کے لئے وقف ہے اور وقف رہے گی۔اب کوئی برا مانے،چراغ پا ہو،گالیاں دے،جان و مال کا دشمن بن جائے تو یہ چیزیں تو آنی جانی ہیں۔اصل بات تو یہ ہے کہ کل مالک کے دربار میں اپنی نجات کا کیا بنے گا۔اس لئے ہم فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور اس یقین کے ساتھ کہ آسمان وزمین کا اکیلا مالک ہماری کفایت کے لئے بس ہے۔ابھی ایک آخری بات تو باقی ہے یعنی یہ فریاد کہ لوگو!اگر اللہ تعالیٰ کا دینِ توحید تمہارے دل کو اپیل نہیں کرتا تو کم از کم اس دینِ اتحاد کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھتے مگر تم نے یہ کیا غضب کیا کہ صدیوں سے اس کی تبلیغ وترویج کے لئے خانقاہیں بنا رہے ہو۔مدرسے قائم کر رہے ہو،تم نے اپنی متحرک خانقاہیں دنیا کے کونے کونے میں بھیج رکھی ہیں جو تمہارے دینِ اتحاد کا پرچار کرتی ہیں،تمہارے اخبار،تمہاری کتابیں،تمہارے رسالے،اسی ایک بات کو پھیلا کر مالکِ کائنات کے تحمل کو آزما رہے ہیں۔**لِلّٰہ اس کھیل کو اب تو ختم کر دو بہت ہو چکا۔** کیا کہا؟یہ بات غلط ہے،تمہیں یقین نہیں آتا۔اچھا ٹھہرو،اور خود نظارہ کرو:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خیالات وافکار گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں اب دارالعلوم دیوبند کے اپنے ماہنامہ ''دارالعلوم'' کے کارنامے ملاحظہ فرمائیے۔

بزغالہ زندہ شد ! شاہ عبداللہ قریشی جن کا تعارف شیخ محدث نے کراتے ہوئے لکھا ہے کہ ''از اولاد شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا است''انہیں شاہ عبداللہ کے آباؤ اجداد ملتان سے دہلی آگئے تھے،بے مثل علوم وفنون کے ساتھ سلوک و احسان کے مراحل بھی طے کئے تھے،اور اس راستہ میں محنت وریاضت سے وہ مقام حاصل کیا کہ خود ہی سنگ میل بن گئے۔صوفیاء

نے لکھا ہے کہ مردان حق ریاضت ومجاہدہ سے ایسی قوتیں وملکات بھی حاصل کر لیتے ہیں جو خداوند ذوالمنن کی خاص قدرتوں سے مشابہ ہوتی ہیں حالانکہ مؤثر حقیقی اُس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ورنہ بشریت کے ارتقائی حدود سے یہ چیزیں باہر ہیں۔انہیں شاہ عبداللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ۔

''ایک روز جذب کے عالم میں بکری کے بچے کو زمین پر پٹک کر شاہ عبداللہ نے دے مارا بکری کے بچے کی بساط ہی کیا وہیں ڈھیر ہو گیا لوگوں میں اس کا چرچہ ہوا،اور معترضین وبداندیش لوگوں کی زبان طعن وتشنیع دراز ہوگئی،شاہ عبداللہ نے یہ کیا غضب کیا عوام الناس کے انہیں بے ہودہ دل خراش طعنوں سے تنگ آکر،لکھا ہے کہ شاہ عبداللہ مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس آکر بولے '' اٹھ اللہ کے بندوں کو کیوں بدنام کرتا ہے؟''یہ کہتے ہوئے اپنا پاؤں بھی اس کے جسم سے مس کیا،اتنا کہنا تھا کہ قدرت الٰہی سے بکری کا بچہ زندہ ہوگیا''(اخبار الاخیار صفحہ ۲۰۲)

(فوٹو صفحہ ۳۲ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جنوری ۱۹۵۸ء نگران اعلیٰ قاری محمد طیب صاحب مدیر ابن الانور سید محمد ازہر شاہ میر)

یہ دارالعلوم دیوبند جیسی دینی درس گاہ کا رسالہ ہے اور خود ان حضرات کے کہنے کے بموجب نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس مدرسہ کی داغ بیل ڈالی تھی اور کبھی کبھی آپ ﷺ وہاں حساب وکتاب کی جانچ پڑتال کے لئے اپنے خلفاء کو ساتھ لیکر آیا بھی کرتے تھے اور میل جول بڑھ جانے کی وجہ سے آپ ﷺ اردو زبان بولنا بھی سیکھ گئے تھے۔ایسے رسالے میں یہ لکھنا کہ ''مردانِ حق ریاضت و مجاہدہ سے ایسی قوتیں حاصل کر لیتے ہیں جو خداوند ذوالمنن کی خاص قدرتوں سے مشابہ ہوتی ہیں۔حالانکہ مؤثر حقیقی اس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے''ایسی بات ہے کہ جس پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں،اور ہوشیاری تو دیکھئے کہ لکھتے ہیں ''حالانکہ مؤثر حقیقی اس وقت بھی خداوند تعالیٰ ہی ہوتا ہے''یعنی ایک طرف اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے کہ میری قدرتوں،اور میری صفات میں کسی کا کوئی حصہ نہیں،اور دوسری ان اقدارِ مشترکہ کو وہ خود زندگی اور موت پر اختیار مرحمت فرما دیتا ہے۔زندہ باد!

زرہ اس واقعے کی اصل لکھنے والے صاحب پر نگاہ ڈالئے۔یہ ہمارے اور آپ کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب'' اخبار الاخیار''میں اِن اُلوہیت کی حامل بزرگ ہستیوں کا ذکرِ خیر کیا ہے۔آپ خود ہی انصاف فرمائیے کہ ایک طرف قرآن وحدیث کا دینِ بندگی ہے اور دوسری طرف ''فلسفہ اتحاد'' کا یہ دینِ خدائی۔آخر یہ مخلوق کیا کرے کیسے ''دینِ خدائی'' کو دینِ بندگی پر قربان کردے،

ایک اور مہربانی اس علمی درسگاہ کے ماہنامہ کی ملاحظہ فرمائیے۔قرآن وحدیث کی تعلیم اس درسگاہِ دیوبند کی تاسیس کی ایک غرض بیان کی جاتی ہے مگر یہ رسالہ ایسے مضامین شائع کرتا ہے جو قرآن وحدیث کی کھلی توہین اور ان کا از کار رفتہ ہونا ثابت کرتے ہیں،آپ خود دیکھیئے۔

بچپن کی عبادتیں! حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اپنے وقت کے ممتاز بزرگ ہوئے ہیں،آپ کے جد امجد شیخ صفی الدین سید اشرف سمنانیؒ کے مرید تھے شیخ صاحب اپنے سوا ماہ کے فرزند کو لئے ہوئے حاضر خدمت

ہوئے۔سید صاحبؒ نے بچے کو پیار کر کے فرمایا کہ یہ بھی مرید ہے اور اس کے صلب سے ایک قطب عالم پیدا ہوگا۔آپ نے ہوش سنبھالتے ہی روضۂ شیخ کی جاروب کشی شروع کر دی،ایک روز بیٹھے ہوئے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے کہ اندر سے حق حق کی آواز آئی، سنتے ہی بے ہوش ہو گئے دیکھا کہ شیخ فرما رہے ہیں کہ" علم ظاہری حجاب اکبر ہے"اب تو اصل کام میں مصروف ہو پھر کیا تھا لکھنا پڑھنا ترک کر کے عبادات ومجاہدات میں مصروف ہوگئے۔ پوری پوری راتیں عبادت میں بسر کر دیتے غنودگی طاری ہوتی تو شیخ کو بیدار کرتے دیکھتے۔کیوں نہ ہو بچپن ہی سے اشتیاق غالب تھا سب سے پہلے مسجد میں جا کر صف اول میں بیٹھ جاتے اور ہٹتے ہٹتے پیچھے آجاتے اور نماز کے بعد نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھتے (لطائف قدسی)

(فوٹو صفحہ ۱۴ ماہانہ دارالعلوم دیوبند جنوری ۱۹۶۰ء نگران اعلیٰ قاری محمد طیب صاحب مدیر ابن الانور سید محمد ازہر شاہ قیصر)

دیکھا آپ نے کس چابکدستی کے ساتھ قرآن وحدیث کے علم کو علمِ ظاہر کا نام دے کر حجاب اکبر ٹھیرادیا اور "دینِ اتحاد" کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو گئے۔اور مولانا روم کے اس مصرع کی تشریح وترجمانی بھی فرما دی کہ

"استہ مغز واں پیہ مش سگ ماں اندا ختیم"۔یعنی مغز ہم نے لے لیا ہے اور علم،ظاہر کو ہڈیوں کی طرح کتوں کے آگے ڈال دیا ہے۔اس طرح کتابی علم کے رَدّ میں گویا مولانا روم کا یہ شعر پڑھ دیا ؎

علم جوئی از کُتبہا اے فسوس ذوق جوئی تو زحلوائے سبوس

(یعنی کتابوں میں علم تلاش کرتا ہے ہائے افسوس تو بھوسی کے حلوے سے مزہ چاہتا ہے)

اب انہی قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی صاحب کی قوتِ تصرف ملاحظہ فرمائیے۔

ہندو جوگی سے مقابلہ ! جس وقت آپ تکمیل علوم باطنی کے بعد گنگوہ تشریف لائے ہیں اس وقت یہاں ایک باکمال جوگی رہتا تھا۔جس کی کٹی نہایت وسیع اور پرفضا تھی،آپ کو یہ جگہ بہت پسند آئی اور قیام کی خواہش پیدا ہوئی۔اندر جا کر چیلوں سے پوچھا کہ بتلائیے تو کہ آپ کے گروجی کہاں ہیں؟بولے کہ وہ تو گپھا کے اندر گئے ہوئے ہیں،ایک سال گزر چکا ہے،ہوا کے لئے صرف ایک روزن ہے،کس کی مجال ہے جو اس کے قریب جا سکے،آپ اس روزن کے قریب ہی بیٹھ گئے،مراقبہ جو کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حبسِ دم کئے ہوئے بیٹھا ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے،آخر آپ نے اس کی روح کو حرکت دی،ساتھ ہی وہ ہوشیار ہو گیا،پوچھا تو کون ہے؟اور اندر کس طرح آ گیا؟فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کی قدرت سے اس سوراخ کے زریعہ اندر آ گیا ہوں،مگر یہ تو بتاؤ کہ تو کس حد تک ترقی کر چکا ہے؟بولا کافی ترقی کر لی ہے جو صورت چاہتا ہوں اختیار کر سکتا ہوں ،دیکھو ابھی پانی بنتا ہوں۔چنانچہ وہ اسی وقت پانی ہو گیا آپ نے فوراً ہی اس پانی میں دھجی تر کر کے رکھ لی،اس کے ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ اب میں پانی ہوتا ہوں تو اس میں ایک کپڑا اتر کر کے رکھ لینا ،اس کے بعد یہ کپڑا سونگھے گئے،تو ایک میں بدبو تھی اور دوسرے میں خوشبو!ایک کی بو سے دماغ پریشان ہو جاتا تھا اور دوسرے کی خوشبو سے معطّر!(اقتباس الانوار)بولا کہ میں تو اپنے فن وہنر میں کامل تھا ہی آپ بھی کامل نکلے صرف خوشبو اور بدبو کا فرق رہا۔فرمایا یہ کفر واسلام کا فرق ہے۔

چنانچہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور مرید ہو کر جلد تکمیل کر لی، اس کے تمام چیلے بھی مسلمان ہو گئے اس جوگی کو آپ نے صاحب ولایت مقرر کر کے کہیں اور بھیج دیا حضرت کا روضہ اسی جگہ پر ہے وصال کے بعد بھی قلب بدستور ذکر و حرکت میں مصروف تھا۔

(فوٹو صفحہ ۴۴ ماہانہ دارالعلوم (دیوبند) جنوری ۱۹۶۰ء نگران اعلیٰ قاری محمد طیب صاحب مدیر ابن الانور سید محمد ازہر شاہ قیصر)

آپ کہیں گے کہ اس شعبدہ گری سے ایمان و اسلام کا کیا واسطہ تو جواب یہ ہے کہ آپ نے عجلت فرمائی یہ ایمان اور اسلام کا معاملہ ہے ہی نہیں، یہ تو خدائی کا مقابلہ ہے آج تم جیتے کل میدان اُس کے ہاتھ رہا۔

یہاں پہنچ کر میں آپ سے درخواست کروں گا کہ میں بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہوں اور آپ بھی اعتراف کریں کہ بنوری صاحب نے اس ''دین اتحاد'' کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا ہے، ایک بھی بات اس پورے مضمون میں ایسی نہیں ہے جس میں انہوں نے اس دین کے جزئیات تک سے سرِ مو انحراف کیا ہو۔

آخر میں چاہتا ہوں کہ یہ بیان مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب کے اس مضمون پر ختم ہو جو انہوں نے اپنے رسالہ ''البلاغ'' میں لکھا تھا تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں جو اس دینِ خدائی کے دفاع میں کٹ مرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔

خود حضرت مولانا تھانویؒ کا یہ دستور تھا کہ جو رقم آپ کے پاس اپنی ذاتی صرفہ کی ہوتی اس کے تین حصے کرتے، ایک حصہ سب سے پہلے صدقہ ہو جاتا باقی میں سے پھر تین حصے کرتے اور اس میں سے ایک حصہ اپنے تصرف میں لاتے تھے، باقی گھر بھیج دیتے اور یہ عمل کوئی مشکل نہیں ہے انسان اگر اپنی خواہشات کو کنٹرول کر کے اور حاجت ضرور یہ پوری کرنا شروع کرے تو بہت کچھ اس کا نفس اس کے قابو میں آ سکتا ہے نفس کو قابو میں کرنا اور اس کو خدا کی اطاعت میں لگانا اور طریقہ رسول ﷺ سے زندگی گزارنا یہی کامیابی ہے دین اور دنیا دونوں جگہ کی۔ پھر ایسے لوگوں کو خدا کی مدد حاصل ہوتی ہے اور اس کے رسول ﷺ خوش ہوتے ہیں ان کو رسول پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے بلکہ حضور ﷺ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے دربار میں جا کر اللہ والے سلام کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے اور اس قسم کے بیشتر واقعات ہم نے کتابوں میں پڑھے ہیں اس قسم کا ایک واقعہ ہے کہ یمن کے ایک عالم تھے جو ہر سال حج بیت اللہ کو آتے اور ہر سال ایک قصیدہ لکھ کر لاتے اور حضور ﷺ کے دربار میں کھڑے ہو کر سناتے اور یہی نہیں بلکہ قصیدہ میں حضور کے ساتھ حضرات شیخین کو یعنی حضرت ابو بکر، عمرؓ کو بھی خطاب فرماتے۔ اتفاق سے ایک شیعہ بھی وہاں موجود تھا اس کو یہ قصیدہ صحابۂ کرام کی شان میں کب گوارہ ہوتا چنانچہ قصیدہ کے بعد وہ ان عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو دعوت کے بہانہ اپنے گھر لے گیا وہاں جا کر اس بے ہودہ نے ان کے ساتھ یہ زیادتی کی کہ ان کی زبان کاٹ ڈالی کہ اب کیسے ذکر صحابہ کر سکے گا۔ وہ عالم مطلق پریشان نہ ہوئے بلکہ وہ کٹی ہوئی زبان کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے ہوئے وہاں سے آ گئے اور دربار پاک میں اس کو دکھایا۔ منہ سے کچھ بول نہ سکتے تھے اسی حالت میں گھر واپس چلے گئے۔ اللہ والوں کو ایسی حالت میں بھی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ چنانچہ نیند آ گئی تو خواب میں حضور ﷺ تشریف لائے اور وہ ٹکڑا اپنے ہاتھ سے ان کی زبان میں جوڑ دیا۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا

زبان بالکل صحیح سالم ہےاورکوئی خراش تک نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ فصیح ہوگئی۔ایک ملنےوالے بزرگ کا ابھی حال ہی میں انتقال ہوا ہےوہ ملیر کالونی میں دفن ہیں فرماتے ہیں میں ایک دفعہ دربار نبوی میں حاضر تھا رات کا وقت تھا لوگ جا چکے تھے ایک افریقی شخص لمبا چغہ پہنے داخل ہوااور دربار کے پاس آ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ تو دربار کے اندر سے آواز آئی وعلیک السلام وہ بزرگ فرماتے ہیں خود میں نے اپنے کانوں سے حضورﷺ کی آواز سنی ۔

ایک اور بزرگ کا واقعہ ہےان کے ایک مرید حج اور زیارت کو جارہے تھے خود شیخ نہ جا سکے تو مرید سے فرمایا حضور ﷺ سے ہمارا سلام کہدینا۔چنانچہ مرید جب دربار میں حاضر ہوئے تو آپنے پیر کا سلام پیش کیا۔وہاں سے جواب ملا۔اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہ دینا۔چنانچہ مرید جب واپس ہوئے تو پوچھا ہمارا سلام بھی کہا تھا۔جواب دیا جی ہاں سلام پیش کردیا تھااور حضور نے آپ کو بھی سلام کہا ہے۔پیر صاحب نے فرمایا نہیں وہی الفاظ کہو جو حضور ﷺ نے فرمائے تھے مرید نے کہا میں نے آپ کی تعظیم اور ادب کی وجہ سے وہ الفاظ نہیں کہے تھے لیکن آپ کو خود اسکا علم ہوگیا اب میرے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔فرمایا نہیں تم کہو میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں چنانچہ مرید نے کہا۔یہ فرمایا ہے کہ اپنے بدعتی پیر کو بھی ہمارا سلام کہ دینا یہ سن کر شیخ کھڑے ہوکر ناچنے لگےاور فرمایا اس طنز میں جو مزہ میں نے سنا وہ کوئی کیا جانے۔یہاں پر ایک نکتہ کی بات یہ ہے کہ شیخ صاحب سماع یعنی قوالیاں سنتے تھے چنانچہ قوالیاں سننا اگر چہ کہنے والا اور سننے والا دونوں باوضو ہوں یا باشرح ہوں اور عورت یا لڑکا نہ ہو اور رباب و چنگ مقصد نہ ہو اور حمد و نعت کا بیان ہو تو مباح ہیں لیکن بدعت اس وجہ سے فرمایا کہ اس کو عوام جس رنگ میں لیتے ہیں وہ کسی طرح جائز نہیں ان میں سے کسی چیز کا بھی اہتمام عام لوگ نہیں کرسکتے اس لئے ایسی چیز جس کا ہم پورے طور پر اہتمام نہ کرسکیں اس سے بچنا ہی اچھا ہے

(فوٹو:صفحہ۱۰۰،۱۰۱ ماہنامہ" البلاغ " صفرالمظفر ۱۳۹۴ھ زیر سرپرستی مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نام مضمون امن وسکون کا راستہ لکھنے والے مفتی اعظم صاحب)

محترمی۔آپ نے مجھے تبصرہ کرنے کا حکم دیا تھا، میں نے اپنی سی کردیکھی۔ابتدا تو ہوگئی ہے باقی مضمون پر تبصرہ کسی دوسرے موقع پر پیش کروں گا، چاہے اور کچھ نہ ہوا ہو مگر یہ بات تو ہوئی۔۔کہ دونوں دین آپ کے سامنے آگئے۔اب آپ کو اختیار ہے جس کو چاہیں گلے کا ہار بنائیں اور جس کو چاہیں پیروں کی بیڑیاں سمجھ کر کاٹ ڈالیں۔

شائع کردہ :محمد حنیف ،مسجد توحید ،توحید روڈ۔کیماڑی۔کراچی

ہم اپنی کتابوں پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں،اور نہ کسی پر ان کی اشاعت وطباعت کے سلسلہ میں پابندی لگاتے ہیں

فون نمبر 2854484---------2850510